تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

شہادت ۱۳۶۲ہش

اپریل ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر ______________ غلام باری سیف

[illegible]

[illegible]

بیان الحق

[illegible]

[illegible]

[illegible] ——— [illegible]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ
مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ ہجری
شہادت ۱۳۶۲ ہش
اپریل ۱۹۸۳ء

ایڈیٹر
غلام باری سیف

مدیرانِ اعزازی
ملک صلاح الدین صاحب بھارت ۔ مبارک احمد صاحب ساقی لنڈن
کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

شرح چندہ ماھنامہ "انصار اللہ"

پاکستان ——— پندرہ روپے سالانہ /15

امریکہ ۔ کینیڈا، جزائر فجی: بذریعہ ہوائی ڈاک ——— ایک سو پچاس " " /150 ؛ " بحری ڈاک ——— اسی " " /80

دیگر ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک ——— ایک سو " " /100 ؛ " بحری ڈاک ——— ساٹھ " " /60

فہرست مضامین

پبلشر :۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر :۔ سید عبد الحیٔ
مطبع :۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت :۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ
کتابت :۔ محمد رفیق احمد ربوہ

قیمت فی پرچہ :۔ ڈیڑھ روپیہ /1.50

جلد ۲۴ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

شہادتے ۱۳۶۲ہش

اِک اَور ستارہ ٹوٹا

حضرت اقدس کے صحابہ، آسمانِ احمدیت کے درخشندہ ستارے ایک ایک کرکے غائب ہو رہے ہیں۔ اُن کے رخصت ہونے سے ایک مبارک دَور کا اختتام اور ایک نئے دَور کا آغاز ہو رہا ہے۔ خدا کی رحمتوں اور برکتوں سے ہم کبھی محروم نہ ہوں۔

حضرت مولانا محمد دین صاحب نے ایک سو دو سال عمر پائی۔ اغلباً اَب کوئی صحابی اس عمر کا باقی نہ ہوگا۔ آپ ابتدائی واقفینِ زندگی میں سے تھے۔ اُور آخری سانس تک صدر صدر انجمن احمدیہ کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

تاریخ احمدیت میں اُن کی خدمات ہمیشہ یاد رہیں گی۔ وہ ایک کامیاب مبلغ، ایک تجربہ کار منتظم تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے وہ عرصہ دراز تک ہیڈ ماسٹر رہے۔ اُن کے شاگرد ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اُن کی زندگی حقیقی معنوں میں زاہدانہ تھی۔ وہ اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے۔ اور اپنی آمد کا بیشتر حصّہ سلسلہ کی اشاعت اور مستحق عزیز و اقارب پر خرچ ہوتا۔ زندگی بہت سادہ تھی۔ سادہ خوراک۔ سادہ لباس۔ ہر قسم کی آرائش سے مبرّا۔ مطالعہ کی اُن کو خُوب لگن تھی۔ اچھّی کتاب پڑھتے تو دوسروں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دلاتے۔ بسا اوقات خود کتاب بھجوا دیتے۔

وہ سلسلہ کی روایات کا چلتا پھرتا رجسٹر تھے۔ اللہ تعالےٰ انہیں غریقِ رحمت کرے۔

احباب کو یاد ہوگا بسا اوقات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ان رخصت ہونے والے بزرگوں کے ذکرِ خیر پر نوجوانوں کو توجہ دلائی کہ وہ آگے آئیں اور اس خلا کو پورا کریں۔ زندہ قومیں اپنی اگلی صفوں میں خلا نہیں رہنے دیتیں۔ وہ آگے بڑھ کر اسے پُر کرتی ہیں۔

جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا وہ حقیقی معنوں میں ایک

داعی الی اللہ تھے۔ اپنے عمل اور قول سے اُس راہ کی راہ نمائی کرتے رہے۔ جو کامیابی کی راہ ہے۔
اَے اللہ آنے والی نسلوں کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

دُعا، نیک نمونہ، محنّت

عربی میں محاورہ ہے مَنْ جَدَّ وَجَدَ مَنْ جالَ نالَ جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔ جو اپنے مقصد کیلئے سرگرداں رہا اس نے اسے حاصل کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے لَیْسَ للانسان اِلاّ ما سعیٰ کہ انسان کو اس کی کوشش کا ثمرہ ملتا ہے۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے۔ ؎

من طلب العلیٰ سھر اللیالی ؛ یغوص البحر من طلب اللآلیٔ

جس نے رفعتوں کو چھونا ہو وہ راتوں کو جاگتا ہے۔ جس نے موتی نکالنے ہوتے ہیں وہ سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے۔
اور نکمّا بیٹھے رہنے والے کو مخاطب ہو کر شاعر کہتا ہے۔ ؎

تروم العزّ ثمّ تنام لیلاً ؛ اضاع العمر فی طلب المحال

کہ عزّت چاہتے ہو اور راتوں کو سوئے رہتے ہو۔ اس طرح تم عمر کو ناممکن اَمر میں ضائع کر رہے ہو۔

؎ نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہُوا

لیکن!

مذہبی امور میں کامیابی کی اہم کلید دُعا ہے۔ دُعا ہے جو ناممکن کو ممکن سے بدل دیتی ہے۔ دُعا ہے جو خدا کی تقدیر کو جذب کرتی ہے۔ دُعا ہے جو کوشش کو ثمر آور کرتی ہے۔ دُعا ہے جو سعی کو اکارت جانے سے بچاتی ہے۔ ایسی دُعائیں جن سے ملأ اعلیٰ میں شور مچ جائے۔ خدا کی تقدیر کو زمین پر لاتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ اگر نیک نمونہ نہیں تو ہم دنیا میں انقلاب پیدا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

اتامرون النّاس بالبرّ و تنسون انفسکم

تم لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب مسلمانوں کا عمل صالح تھا۔ اُن کی آواز میں اثر تھا۔ دُنیا اُن کی طرف کھچی چلی آتی تھی۔ اس زمانہ میں مسیح پاک کی آواز کی تاثیر کا باعث وہ نیک نمونہ تھا جو آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے والوں نے دکھایا۔ آپ کے ایک مشہور عاشق صحابی حضرت منشی اروڑے خانصاحب کے متعلق مکرم و محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر تحریر فرماتے ہیں:-

"منشی روڑا صاحب مرحوم (حضرت (اقدس) ...... کے قدیم رفیق) عدالت میں نقشہ نویس تھے۔ پھر ترقی پا کر نائب تحصیلدار بھونگہ میں ہوگئے۔ فقیرانہ زندگی تھی۔ اور لوگ انہیں باپ کی بجائے سمجھتے تھے۔ مسٹر ابل و ینچ کپور تھلہ کے وزیرِ اعظم تھے۔ جو بعد میں پنجاب گورنمنٹ کے چیف سیکرٹری ہوکر سبکدوش ہوئے۔ وزیرِ اعظم موصوف نہایت دبدبہ اور رُعب والے حاکم تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اُن کی تادیب سے لرزاں و ترسان تھا۔ لیکن منشی اروڑا صاحب کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے کہ افسر ایسا ہونا چاہیئے۔ جو اپنی سادگی اور دیانت کی وجہ سے رعایا کے دل میں گھر کر جائے۔ وزیرِ اعظم موصوف ایک دفعہ دَورہ پر گئے۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا تحصیلدار کیسا ہے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ وہ تو ہمارے لئے باپ کی بجائے ہے۔ اور ہمارا سچّا ہمدرد ہے۔ وزیرِ اعظم نے منشی صاحب کے گھر جا کر دیکھا تو چند ڈھوبروں کے سوا وہاں کچھ نہ تھا۔ بہت متاثر ہوئے۔" (اصحاب احمد جلد چہارم سیرت ظفر ص ۲)

یہ تھا وہ نیک نمونہ جس نے اللہ کے فضلوں کو جذب کیا۔ جس نے لوگوں کے دلوں کو بدلا۔

امامِ وقت ہمیں پھر آمادۂ عمل کر رہے ہیں۔ اگر ہم خدا کے پیغام کو محبّت، محنت، جدّوجہد، نیک نمونہ اور دُعا سے نہیں پہنچاتے تو ہم خدا کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ ہمیں اپنی دُعاؤں میں اثر پیدا کرنے کے لئے نیک نمونہ دکھانا ہوگا۔ دعاؤں کی قبولیّت کے لئے اعمالِ صالحہ بجا لانا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں خلیفۂ وقت کی خواہش کے مطابق اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کے شیریں ثمرات پیدا فرماوے۔ اٰمین یاربّ العٰلمین۔

وَقُلْ لِعِبَادِی یَقُولُوا الَّتِی هِیَ اَحْسَنُ (اسراء آیت: ۵۳)

ہر وہ شخص جس کا ضابطہ حیات خدا کی کامل کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کتاب کو خود دیکھے۔ اس پر عمل کرے اور اس کی ہدایات لوگوں تک پہنچائے۔ قرآن مجید کی آیت مندرجہ بالا میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہتے ہیں۔ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اَحسن بات ہی کہیں اور اَحسن قول خدا کا پیغام اور اس کا کلام ہی ہے۔ خدا کے کلام سے بہتر کس کا کلام ہوسکتا ہے۔

اَور یہاں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی وساطت سے اللہ نے اپنے بندوں کو اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اس کا اعلان کیا جائے۔ ابلاغِ اَحسن ہمارا فرض قرار دیا۔

مفسّرین نے آیت لیظھرہ علی الدّین کلّہ کی تشریح میں کہا کہ اشاعت دینِ حقّہ کی تکمیل مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ہوگی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ دینِ حق کی اشاعت اور تبلیغ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ محبّت، پیار،

سے بنی نوع انسان تک خدا کا پیغام پہنچائیں۔

اصلاح وارشاد کا فریضہ نہایت مقدس فریضہ ہے۔یہ انبیاء علیہم السّلام کا مشن ہے۔ وہ داعی الی اللہ ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اُن کی اتباع میں ہر اُمتی کا یہ فرض ہے۔جس بات کو وہ سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس سے لوگوں کو آگاہ کریں۔سچی ہمدردی۔ دَرد اور تسلسل سے ۔

علمی ذوق

آخری زمانہ کی ایک علامت قرآن مجید میں "کُتب کی اشاعت" بھی قرار دی فرمایا ۔ واذاالصحف نشرت (التکویر آیت ۱۱) کہ اُس زمانہ میں کُتب کثرت سے شائع کی جائیں گی۔ اِس علمی دَور میں قومی بقا کے لئے ضروری ہے کہ افراد اپنی علمی قابلیّت اور صلاحیّت کو ترقی دیں۔جہالت تو قومی ترقی کی راہ میں بہت بڑی روک ہے۔ ہماری جماعت کے افراد کو چاہئیے کہ اپنے علمی ذوق کو ترقی دیں۔ وہ اپنے مطالعہ کو بڑھائیں۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایّدہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ کے جرائد کی اشاعت کو بڑھانے کی تاکید فرمائی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ احباب نے اس کا فوری اثر قبول کیا۔ اور سلسلہ کے جرائد ورسائل کی خریداری میں نمایاں اضافہ ہورہا ہے۔

ہر اُس شخص کو جو سلطان القلم کے دامن سے وابستہ ہے۔ اپنے علمی ذوق کو ترقی دینی چاہئیے۔آپ کی آمد کا ایک حِصّہ حصولِ علم کے لئے وقف کرنا چاہئیے۔کتب اور رسائل خریدیئے اور انہیں پڑھیئے۔

قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ وہ اُن کی لائی ہوئی کتاب کی بھی تعظیم کرتا ہے۔ کہ یہ خدا کا سندیسہ ہے اُن کے نام۔روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید میدانِ جنگ میں جب فجر کے وقت اس کی تلاوت کرتے تو فرطِ محبّت میں اسے سینہ سے لگاتے۔آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور زبان پر یہ فقرہ ہوتا۔کتابُ ربّی ، کتابُ ربّی ۔ میرے ربّ کی کتاب میرے ربّ کی کتاب ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ دشمن کی زمین میں اسے نہ لے جاؤ۔ شارحین نے اس کی وجہ یہی بیان فرمائی کہ مبادا اس کی بے حرمتی ہو۔ لیکن ـــ اس کا کیا کریں کہ اپنے مُلک میں اس کی بے حرمتی کے واقعات ہورہے ہیں۔"جنگ" ۲۸، فروری ۱۹۸۳ء میں ایک مولانا صاحب کا بیان تھا۔

کہ بُوٹ کے تلے پر القرآن لکھا ہُوا جُوتا پاکستان کے بازار میں فروخت کیا گیا۔ انہوں نے یہ کہا کہ یہ اَمر باعثِ شرم ہے کہ وہ مُلک جو خالصتہً اسلام و قرآن کے نام پر حاصل کیا گیا۔ وہاں اسلام قرآن اور ناموسِ رسول کی بے حُرمتی اور توہین کی جائے۔

"جنگ" ۲ر مارچ کی خبر تھی کہ جھنگ کے ایک علاقہ میں مسلمانوں کے دو فرقوں میں فساد ہُوا تو وہاں قرآن جلانے کا سانحہ پیش آیا۔ قرآن ہم سب کا ایک ہے۔ کوئی فرقہ نہیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہو۔ لیکن قرآن اُن کا مختلف ہو۔ لیکن اس کا کیا جائے کہ فریق مخالف اکثر یہ کہہ کر ایسے فعل پر اکساتا ہے کہ فلاں فرقہ کا قرآن اَور ہے۔ اور پھر اس کی مذمت میں زیبِ داستان کے لئے بہت کچھ بڑھا دیتے ہیں۔

خدارا۔ قرآن کو تختۂ ستم نہ بنائیے۔ یہ خدا کا کلام ہے۔ یہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آخری شریعت ہے اور کسی فرقہ کا قرآن الگ نہیں۔ ترجمہ میں علمی وجوہات کی بنا پر اختلاف ہوسکتا ہے۔ اسے وجہ نزاع نہ بنائیے۔ اور قرآن کو سینہ سے لگائیے۔ اس پر عمل کیجئے۔ اس کی ظاہری بے حرمتی کا کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔

کچھ دانشمندوں سے

طلباء قوم کا قیمتی متاع ہیں۔ وہ مستقبل کے معمار ہیں۔ کل مُلک و قوم اُن کے علم و دانش سے بہرہ وَر ہوں گے۔ وہ انجنیئر ہوں گے۔ پُل، سڑکیں، عمارتیں، کارخانے تعمیر کریں گے۔ وہ مستقبل کے سائنس دان ہوں گے۔ اور اپنی نئی نئی تحقیق سے مُلک کو آگے بڑھائیں گے۔ وہ ڈاکٹر بن کر دُکھی انسانیت کے غمخوار ہوں گے۔ وہ سیاست میں قدم رکھیں گے تو ملک کو بہتری کی طرف لے جائیں گے ــــ لیکن یہ تبھی ممکن ہے کہ وہ اپنی ساری صلاحیتوں اور توانائیوں کو علم و فکر کے لئے وقف کر دیں۔ ملک کو باوقار مُلکوں کے دوش بدوش لانے کے لئے وہ ایسے کام کریں جو ملک کے وقار میں اضافہ کریں۔

کیا ایسا ہو رہا ہے؟ یہ سوال ہے جو ہر دَردمند کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ صرف ۹ر مارچ کے اخبار جنگ میں سات کالجوں میں طلباء کی باہم سر پھٹول کا ذکر تھا۔ گوجرانوالہ، شیخوپورہ، اوکاڑہ، گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ پشاور، چکوال اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، کراچی انسٹیوٹ آف ٹیکنالوجی۔

بارہ مارچ کے جنگ میں اسلامی جمیعت طلباء پاکستان کے ناظم اعلیٰ کا بیان تھا کہ "اس وقت پُوری تعلیمی دُنیا بے چینی میں مبتلا ہے"۔

ہم اِس کی وجوہات پر ان سطور میں بحث نہیں کرنا چاہتے۔ ہم عزیز طلباء سے عرض کریں گے کہ عزیزان! عمر عزیز کے ان لمحات کو پڑھائی، حصولِ علم، تحصیل دانش و عقل کے لئے وقف کر دیں۔ تعلیمی اداروں کو رزم گاہوں کی بجائے دانش گاہوں

میں تبدیل کیجئے۔ آپ کی صلاحیتیں اور توانائیاں امن و سکون کی فضا میں پرورش پائیں گی۔ غصہ، نفرت، بغض، جھگڑے کو دلوں سے نکال دیجئے۔ اس کی جگہ محبت، ہمدردی، رواداری اور حلم کو دیجئے ـــ علم کے منافی سرگرمیوں کو تیاگ کر ساری توجہ حصول علم پر صرف کر دیجئے کہ آپ کا اور مُلک و قوم کا اسی میں فائدہ ہے۔

خونِ مُسلم کی ارزانی

آسام کے حالات پڑھ کر مسلمان کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کتنے گاؤں صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے کتنی کلیاں کھلنے سے پہلے پاؤں تلے مسل دی گئیں۔ کتنی خواتین کا سہاگ اُجڑ گیا۔ کتنے نوجوان موت کی نیند سلا دیئے گئے۔ کتنے گھر جلا دیئے گئے۔ اس بارہ میں چند خبریں درج ذیل ہیں۔

"آسام میں مسلمانوں کا چھ مرتبہ قتلِ عام کیا گیا۔ کھلواڑی کے مقام پر دو سو مسلمان شہید کر دیئے گئے گوہاٹی (بی۔بی۔سی) صوبہ آسام کی نئی حکومت کے حکام نے انکشاف کیا ہے کہ گذشتہ ماہ کے ریاستی انتخابات کے دوران بنگالی مسلمانوں کے قتلِ عام کے چھ واقعات رونما ہوئے۔" (جنگ ۹ر مارچ ۱۹۸۳ء صا)

"چار لاکھ تینتیس ہزار مسلمان بے گھر ہو گئے۔ غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان فسادات میں اب تک اڑھائی ہزار افراد قتل ہوئے۔" (جنگ ۱۴ر مارچ ۱۹۸۳ء)

مشرق ۳ر مارچ میں فسادات کی تفصیل اس طرح شائع ہوئی۔

ہندو غنڈوں نے میدان نیل سے موری تک پھیلے ہوئے مسلمانوں کے پچاس دیہات کو آگ لگا کر کھنڈرات میں تبدیل کر دیا۔ اور ان دیہات کے مکینوں کا ایسا وحشیانہ قتلِ عام کیا گیا۔ کہ پچاس دیہات کی کل آبادی سے صرف چند ہی مسلمان زندہ بچے۔ ہندوؤں نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو اس طرح ہلاک کیا جس طرح جنگل میں شکاری خرگوشوں کا شکار کرتے ہیں۔

وزیرِ اعلیٰ بھارت اندرا گاندھی وہاں کے دورہ پر گئیں تو لاشوں کے تعفن کی وجہ سے ناک پر رومال رکھنا پڑا۔ چاولوں کے کھیتوں میں لاشیں سڑتی گلتی رہیں۔ بچوں کی لاشوں کی قطاریں تصویروں میں نظر آ رہی تھیں۔ کہیں لاش کا سر نہ تھا تو کہیں دھڑ غائب تھا۔

اور یہ سب کچھ مذہب کے نام پر کیا گیا۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ کسی مذہب کی یہ تعلیم نہیں۔ مذہب تو حلم اور رواداری سکھاتا ہے۔ مذہب کی تو یہ تعلیم ہے کہ مخلوق خدا اس کی عیال ہے۔ لیکن بُرا ہو تعصب کا انسان نے انسان کے خون سے ہولی کھیلی۔ مُلک کے رہنے والوں نے مُنّی بچوں کو نیزوں پر اچھالا۔ ماؤں کی کوکھ اجاڑی۔

کیا کبھی انسان کو وہ دن دیکھنا نصیب ہو گا۔ جب آدمی آدمی پر دانت پیسنے کی بجائے اس کی طرف شفقت و رحمت کے بازو پھیلائے گا۔ کیا انسان انسان کا خون پینے کی بجائے مکان جلانے کی جگہ اس کے لئے امن و سکون کی فضا پیدا کرے گا۔ اے کاش! مذہبی نمائندے نفرت کے گیت گاتے کی بجائے محبّت کے نغمے الاپیں۔ تا انسانی خون کی ارزانی ختم ہو سکے۔

دُور کی کوڑی لائے

دو خبریں ملاحظہ فرمائیے۔ عنوان ہے۔

"لاہور میں قانونِ شہادت کے خلاف مظاہرہ کرنے والی خواتین کے نکاح ٹوٹ چکے ہیں۔ شوہروں کو چاہیئے کہ شرعی طریقِ کار اختیار کرکے نکاح کی تجدید کریں۔ مظاہرہ کی حمایت کرنے والے بھی خدا اور رسول کے مجرم اور پھانسی کے مستحق ہیں۔"

اِس کے بعد خبر یوں درج ہے :۔

"راولپنڈی (پ۔پ۔ا) جمعیت علماء جموّں و کشمیر کے مرکزی ڈپٹی چیف آرگنائزر مولانا عبدالرزاق چشتی نے فتویٰ دیا ہے کہ قانونِ شہادت کے خلاف حال ہی میں لاہور میں نکالے جانے والے جلوس میں جن شادی شدہ خواتین نے حصّہ لیا ہے۔ ان کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں۔ اور اب انہیں جائز تصوّر نہیں کیا جانا چاہیئے۔ مولانا نے ایسی خواتین کے شوہروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نکاح کی تجدید کے لئے شرعی طریق اختیار کریں۔ ایک بیان میں مولانا چشتی نے کہا جن خواتین نے جلوس میں شرکت کی ہے۔ انہوں نے خدا اور قرآن پاک کی تعلیمات کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایک مقدّس قانون کو چیلنج کیا ہے۔ چنانچہ اُن کے نکاح جائز نہیں رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مولانا نے کہا کہ جن سیاسی جماعتوں نے اجتماعی اور افراد نے نجی طور پر عورتوں کی حمایت میں اس جلوس میں شرکت کی ہے وہ بھی خدا اور اس کے رسولؐ کے مجرم ہیں۔ انہوں نے مذہبی تعلیمات کی توہین کی ہے۔ اس لئے وہ پھانسی کے مستحق ہیں۔" (جنگ ۱۰ مارچ ۱۹۸۳ء ص۱)

دوسری خبر مولانا شاہ احمد نورانی کا ایک بیان ہے۔ عنوان ہے :

"دہلی کانفرنس کا مقصد مسلمانوں کے قتلِ عام پر پردہ ڈالنا ہے۔" (نورانی)

"ایسی کانفرنسیں یہود کے اشارے پر ہوتی ہیں۔" (لنڈن میں تقریر)

کراچی (پ۔ر) ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری اطلاعات جلال الدین احمد نوری نے بتایا ہے کہ مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے لنڈن کے ہوائی اڈہ پر استقبال کرنے والے عوام اہلسنت اور علماء کرام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دہلی میں غیر جانبدار ممالک کی سربراہ کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ بھارت سمیت آسام، لبنان، اریٹریا۔ فلپائن۔ افغانستان۔ برما اور دیگر ممالک میں جو ہزاروں مسلمان مردوں، عورتوں اور

بچوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا۔ اس پر پردہ ڈالا جائے۔

مولانا نورانی نے کہا کہ اس قسم کی کانفرنسیں ہمیشہ اس وقت منعقد ہوتی ہیں۔ جس وقت عالمی منشور کی دھجیاں اُڑا کر مسلمانوں کو قتل کر دیا جاتا ہے اور جب مختلف گوشوں سے آواز اُٹھنے لگتی ہے تو یہودیوں کے اشارے پر ایسی کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔" (جنگ ۹ مارچ ۱۹۸۳ء صٓ)

دونوں علماء کی تحقیق پر سر دُھنیئے کہ ؎

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

ہمارا ایمان

"اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرّف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں۔ اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظلّ کے واقع ہیں اور اُن میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے بغرض ہمارا اُن تمام باتوں پہ ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کی طرف سے لائے۔ اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے والی راہ یقین رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقائق اور معارف قرآنیہ اور دقائق آثارِ نبّویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں۔ محدثات اور بدعات میں ہی داخل کر لیتے ہیں۔ حالانکہ معارف مخفیہ قرآن و حدیث ہمیشہ اہلِ کشف پر کھلتے رہے ہیں۔"

(ازالہ اوہام (رُوحانی خزائن) صـ۱۷۰)

داعی الی اللہ ہو جاؤ

ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے چند ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر جماعت امام کے ہر حکم ہر تحریک کو حرز جان بنالے۔ آپ کے ارشادات کو اپنا مطمح نظر بنالے تو وہ کامیابی کی منازل کو جلد چھو سکتی ہے۔ ہر دردمند انصار کا فرض ہے کہ حضور کے ارشاد اور تحریک پر فوری عمل شروع کر دے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرے۔ ایمان اور عمل کی وہ آگ اپنے پیدا کرے جو خلیفۂ وقت ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ——— (ایڈیٹر)

"ان ہتھیاروں کی وجہ سے ایک باریک ترین دھاگے سے انسانیت پر اس کی تباہی کی تلوار لٹک رہی ہے۔ اس کی وجہ خالصۃً مادیت کی طرف جھکاؤ اور اخلاقیات اور خوفِ خدا سے بیگانگی ہے ۔۔۔۔

دُنیا کو خدا کی طرف واپس لاکر ہلاکتوں سے بچانے کی ذمہ دار صرف ایک جماعت ہے اور وہ ہے جماعتِ احمدیہ۔ اگر یہ ذریعہ ناکام رہا۔ تو پھر دُنیا کا تباہ ہونا لازمی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جماعت احمدیہ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔۔۔۔۔۔

اسی کے زیرِ اثر میں احباب جماعت کو داعی الی اللہ بننے کی تحریک کر رہا ہوں۔ احباب جماعت بلا شبہ پورے یقین کے ساتھ دنیا کو یہ ضمانت دے سکتے ہیں کہ اگر دُنیا خدا کی آواز پر کان دھرے گی۔ تو وہ ہلاکت سے بچ جائے گی۔ اس لئے ہر بچے بوڑھے ہر جوان احمدی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ داعی الی اللہ بنے۔ تبلیغ میں لگا رہے۔ دوسرے یہ کہ بھرپور طور پر دُعا سے کام لے۔ حضور نے فرمایا فوری طور پر پُوری سنجیدگی کے ساتھ پانچوں نمازوں میں یہ دُعا کرنا خود پہ لازم کرلے کہ اے اللہ دُنیا کو توفیق دے کہ وہ تیرے پیغام کو قبول کرنے والے ہوں۔ اور ہر احمدی جو بنا ہے وہ داعی اللہ ہو۔" (الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۸۳ء)

"جو آپ سے کہا جارہا ہے وہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ ابھی تو آپ نے اسلام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دینی ہیں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کے قافلے کی رفتار تیز سے تیز تر ہونے والی ہے۔ اور تمام دُنیا میں کاموں کے بے شمار بوجھ آپ پر ڈالے جانے والے ہیں۔" (الفضل ۲۰ فروری ۱۹۸۳ء)

"ذہن مربیوں کی طرف چلا جائے گا کہ کیا اتنے مربی موجود بھی ہیں۔ جو ان قوموں کی زبانیں جانتے ہوں۔ اور اگر نہیں ہیں۔ تو پھر ہمیں دو قسم کے زبان دان تیار کرنے پڑیں گے۔ ایک تصنیف کے کام کے لئے اور ایک تبلیغ

کے لئے۔ دونوں آپس میں متبادل بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن تصنیف کے بعض خاص تقاضے ہیں۔ اسی طرح تبلیغ کے بعض خاص تقاضے ہیں۔ ہر انسان الگ الگ مزاج رکھتا ہے۔ اور وہ ہر تقاضے کو پورا بھی نہیں کر سکتا۔ تو یہ جائزہ لینا ہو گا کہ ہمارے پاس کتنے مربّی یا واقفین ہیں ...... پھر یہ کہ اُن واقفین کی تیاری کہاں کہاں ہوگی۔ جب آپ اس پہلو سے دیکھتے ہیں۔ تو اتنے بڑے خلا سامنے آتے ہیں کہ انسان لرزنے لگتا ہے کہ اتنے بڑے اور وسیع تقاضوں کو کیسے پُورا کر سکوں گا" (الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۸۳ء)

"جرمنی میں جماعت کا جو پھیلاؤ ہے اس کے لحاظ سے وہاں مشن بہت تھوڑے ہیں ... پھر انگلستان میں باوجود اس کے کہ قریب کے عرصہ میں خدا کے فضل سے چھ مشن قائم ہوتے ہیں۔ وہاں ہماری مرکزی مسجد بہت چھوٹی رہ گئی ہے ...... امریکہ میں کم از کم پانچ مشن فوری طور پر تعمیر کرنے کی ضرورت ہے ..... پس اتنے وسیع کام پڑے ہوئے ہیں جو ہم نے کرنے ہیں۔

قرآن مجید کے تراجم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

" قرآن کریم کی ایک ایک اشاعت کے لئے ایک ایک کروڑ روپے کی ضرورت پیش آئے گی ...... میں یہ تفصیلات اس لئے بتا رہا ہوں کہ جماعت کے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ یہ سارے کام ہم نے ہی کرنے ہیں"

(الفضل ۲۱ر فروری ۱۹۸۳ء)

"آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کی کیفیت مظلومیت کے دَور میں یہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت خباب بن ارت آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ مسلمانوں کو قریش مکّہ کے ہاتھوں اتنی تکالیف پہنچی ہیں۔ اتنی تکالیف پہنچ رہی ہیں کہ اب تو حد ہو گئی ہے یا رسول اللہ آپ ان پر بد دُعا کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے جب یہ سُنا اس وقت آپ لیٹے ہوئے تھے جوش سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کا چہرہ غصّہ سے تمتمانے لگا۔ آپ نے فرمایا دیکھو! تم سے پہلے وہ لوگ بھی گذرے ہیں۔ جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا۔ اور ایسے بھی تھے جن کے جسم آروں سے چیر دیئے گئے۔ لیکن انہوں نے اُف نہ کی۔ دیکھو خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ جو کام اس نے میرے سپرد کیا ہے ۔ یہ تھا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا ردّ عمل: یہی تربیت تھی جو آپ نے اپنے غلاموں کو دی۔ اور یہی ردّ عمل تھا جو حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں سے ظاہر ہوتا رہا۔

(الفضل ۱۰ر فروری ۱۹۸۳ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر فاروقؓ کی گفتگو

ـــــ ایڈیٹر ـــــ

اسلامی تاریخ کا یہ ایک اہم واقعہ ہے جسے واقعہ ایلاء سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ وہ ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے الگ رہیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں مقیم ہو گئے۔ اور مشہور یہ ہو گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہ بھی حضور کے عقد میں تھی۔ کسی شخص نے یہ سُنا تو حضرت عمرؓ کے گھر پہنچے اور آپ کا دروازے کو پوری شدّت سے کھٹکھٹایا۔ حضرت عمر گھبرا کر باہر نکلے اور پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا ایک بہت بڑا واقعہ ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا غسّان نے حملہ کر دیا۔ آنے والے شخص نے کہا۔ اس سے بھی بڑی بات ہوئی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے۔ حضرت عمرؓ نے سُنا تو فرمایا۔ حفصہؓ برباد ہو گئی مجھے شُبہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے کپڑے سمیٹے اور کاشانہ حضور کو روانہ ہو گئے۔ بیٹی کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ رو رہی تھی۔ پوچھا کیوں روتی ہو۔ کیا مَیں نے تمہیں پہلے متنبہ نہ کیا تھا۔ کیا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے تم سب بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے کہا مجھے علم نہیں۔ حضور اُس بالاخانہ میں مقیم ہیں — چنانچہ حضرت عمر گھر سے مسجد آئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ لوگ منبر کے قریب بیٹھے ہیں۔ بعض اُن میں سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمر بھی اُن میں بیٹھ گئے۔ لیکن فرطِ غم کی وجہ سے پھر اُٹھے۔ بالاخانہ کے دروازہ پر آئے۔ وہاں ایک سیاہ فام نوجوان تھا۔ اُسے کہا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم سے کہو عمرؓ باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔ اُس نے جا کر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی۔ لیکن حضورؐ نے سکوت فرمایا۔ وہ لڑکا باہر آیا اور بتلایا کہ مَیں نے آپ کے بارہ میں عرض کیا تھا۔ لیکن حضورؐ نے سکوت ہی فرمایا۔ حضرت عمرؓ پھر اُٹھ کر مسجد آ گئے۔ اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر مضطرب ہو کر بالاخانہ کی جانب گئے اور اُس لڑکے سے کہا۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے لئے اجازت طلب کرو۔ اور خود مسجد میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے۔ پھر جواب نہ آیا۔ تیسری دفعہ پھر اجازت طلب کی تو حضور نے باریابی کی اجازت فرمائی۔ جب حضرت عمر اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور　چارپائی پر لیٹے ہیں۔ چارپائی کی رسیوں کے نشان آپ کے جسم پر ہویدا ہیں اور تکیہ کی آپ نے ٹیک لگا رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے سلام عرض کیا اور کہا۔ یارسول اللہ کیا آپ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے میری طرف نگاہ بلند کی اور فرمایا نہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ آپ پُرسکون ہو لئے۔ مکّہ میں ہم عورتوں پر غالب تھے۔ یہاں آکر عورتیں غالب آ گئیں — حضور نے یہ تبصرہ سُنا تو تبسم فرمایا اور حضرت عمرؓ نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ حضور! مَیں نے حفصہؓ کے گھر جا کر اُسے کہا ہے کہ کسی گھمنڈ میں نہ

رہنا۔تم سے زیادہ خوبصورت اور محبوب بیوی بھی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی ہے۔میری مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔اس پر حضور پھر مسکرا دیئے۔میں نے جب حضورؐ کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھی تو میں بیٹھ گیا۔کمرہ میں اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔بخدا گھر میں تین بے رنگی کھالوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔میں نے کہا یا رسول اللہ دُعا فرمائیے۔اللہ آپ کی اُمت کو کشائش عطا فرمائے۔ رومی اور ایرانیوں کو کتنی دنیوی وسعت نصیب ہے۔حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔حضور نے تکیہ چھوڑ دیا۔اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:۔

عمر! ان لوگوں کو نعمتیں اِس دُنیا میں ہی مل گئیں۔میں نے یہ ماجرا دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے خدا سے مغفرت طلب فرمادیں۔ (بخاری باب الغرفۃ والعلّیۃ المشرفۃ)۔

گیسٹ ہاؤس انصار اللہ کے نئے بلاک کے لئے مُعطی حضرات کی فہرست (قسط ۱)

مندرجہ ذیل احباب نے گیسٹ ہاؤس انصار اللہ کے نئے بلاک کے لئے مبلغ تین صد یا اس سے زائد کے عطایا جات ادا فرمائے ہیں۔ان کے اسماءِ گرامی انشاء اللہ تعالےٰ یادگار دُعائیہ لوح پر کندہ کرائے جائیں گے۔اللہ تعالےٰ ان کے اموال میں برکت بخشے۔آمین (قائد مال)

۱۔ مکرم چوہدری محمد یعقوب خانصاحب غلام محمد آباد فیصل آباد برائے دادا صاحب و دادی صاحبہ مرحومین	۳۰۰/- روپے
۲۔ " " " " " " " " والدین مرحوم	۳۰۰/- "
۳۔ " " " " " " " " خود	۳۰۰/- "
۴۔ " چوہدری منیر احمد، نذیر احمد و محمد عبد اللہ صاحب مرحوم موسے والا ضلع سیالکوٹ	۳۱۴/- "
۵۔ " چوہدری محمد بخش صاحب بھینی والے چک ۹۶ ضلع فیصل آباد	۳۰۰/- "
۶۔ " نعیم احمد خان صاحب ناظم مجالس انصار اللہ کراچی۔	۳۰۰/- "
۷۔ محترمہ نصیرہ انور صاحبہ بیگم مکرم چوہدری شریف احمد صاحب وڑائچ مارٹن روڈ کراچی	۳۰۰/- "
۸۔ مکرم چوہدری ودہاوا سنجان صاحب مرحوم ولد چوہدری سرداز خانصاحب مرحوم منجانب مکرم چوہدری شریف احمد صاحب وڑائچ	۳۰۰/- "
۹۔ " ڈاکٹر بشیر احمد صاحب گگو منڈی ضلع وہاڑی	۳۱۴/- "
۱۰۔ " چوہدری علی بخش صاحب مرحوم منجانب پوتا چوہدری مسعود احمد صاحب باجوہ ۳۳ ج ب سرگودہا	۱,۵۰۰/- "
۱۱۔ " چوہدری شیر محمد صاحب مرحوم منجانب پسر " " " " " "	۱,۰۰۰/- "
۱۲۔ " شیخ محمد یعقوب صاحب مرحوم منجانب پسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اوکاڑہ شہر	۳۰۰/- "

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

ذکرِ حبیب

مکرّم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی نے یہ مقالہ سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۸۲ء میں پڑھا۔

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ...... کی سیرت کے تمام پہلو اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے بے انتہاء پیار۔ توحید خالص سے اعلیٰ درجہ کی وابستگی اور شرک سے کلّی طور پر بیزاری حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم سے والہانہ عشق۔ اُمّتِ محمدیّہ سے حد درجہ محبّت۔ بنی نوع انسان سے ہمدردی اور پیار کے وہ جذبات جن کو تصوّر میں لانا محال ہے۔ یہ وہ اعلیٰ درجہ کی صفات ہیں جو ہمیں حضور کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے جا بجا نظر آتی ہیں حضور اقدس ...... کے ایک بلند مرتبہ ساتھی جنہیں حضور کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں :۔

"حضرت (اقدس) ...... نہایت رؤف ورحیم تھے۔ سخی تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اشجع الناس تھے۔ ابتلاؤں کے وقت جبکہ لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے۔ آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے۔ عفو۔ چشم پوشی۔ فیاضی۔ خاکساری وفاداری۔ سادگی۔ عشقِ الٰہی۔ محبتِ رسول۔ ادب بزرگانِ دین۔ ایفائے عہد۔ حُسنِ معاشرت۔ وقار۔ غیرت۔ ہمت اولوالعزمی۔ خوش روئی اور کشادہ پیشانی آپ کے ممتاز اخلاق تھے۔ مَیں نے حضرت (اقدس) ...... کو اس وقت دیکھا جب مَیں دو برس کا بچّہ تھا۔ پھر آپ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب مَیں ستائیس سال کا جوان تھا۔ مگر مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے آپ سے بہتر۔ آپ سے زیادہ خوش اخلاق۔ آپ سے زیادہ نیک۔ آپ سے زیادہ بزرگانہ شفقت رکھنے والا۔ آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبّت میں غرق رہنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نُور تھے جو انسانوں کے لئے دُنیا پر ظاہر ہوُا۔ اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کر گئی۔"

حضرت اقدس ...... نے ایک لمبی زندگی اس دنیا میں گزاری اور اس دوران انتہائی مصروفیت میں وقت گزارا۔ ہر طبقہ کے افراد ہر مذہب وملّت کے پیروکار۔ دوست دشمن۔ رشتہ دار۔ غیر بوڑھے۔ بچے۔ جوان عورت اور مرد غرض ہر قسم کے انسانوں سے حضور کا واسطہ پڑا اور حضور نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی کامل اتباع میں حسنِ اخلاق کا وہ اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا جس کی مثال اُمّت محمدیّہ میں نظر نہیں آتی۔

اپنے انتہائی عزیز دوستوں اور مخلص مریدوں کے ساتھ حضور کا کیسا برتاؤ تھا؟ اس کو ظاہر کرنے کے لئے بے شمار

واقعات ہیں۔ ہر شخص کے ساتھ ایسا پیار کا سلوک نظر آتا ہے گویا وہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کی فلاح اور بہبود حضور کو سب سے زیادہ مدّ نظر ہے۔ کوئی دوست بیمار ہوتا تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ دوائی عنایت فرماتے اور دُعا کرتے۔ کوئی ملنے آتا تو نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات فرماتے۔ السلام علیکم کہتے مصافحہ فرماتے۔ تواضع کرتے اور رخصت ہونے لگتا تو وداع کرتے۔ دُعائیں دیتے اور جدائی کا غم محسوس کرتے۔ چنانچہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب..... نے بیان فرمایا کہ:۔

"ایک دفعہ میں قادیان سے رخصت ہونے لگا اور حضرت (اقدس) .... نے اجازت بھی دے دی۔ پھر فرمایا کہ ٹھہر جائیں۔ آپ دُودھ کا گلاس لے آئے اور فرمایا یہ پی لیں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آگئے۔ پھر ان کے لئے حضور دُودھ کا گلاس لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لائے اور بہت دفعہ حضور نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔"

انہی جذبات کو حضور چند اشعار میں یوں بیان فرماتے ہیں:۔ ؎

مہماں جو کرکے اُلفت آئے بصد محبّت ٭ دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت ٭ یہ روز کر مبارک سبحان من یّرانی

حضرت مولانا شیر علی صاحب..... نے حضور..... کی اپنے خدام پر شفقت کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"جب حضرت (اقدس) .... ایک شہادت کے لئے ملتان تشریف لے گئے تو راستے میں لاہور بھی اُترے اور وہاں جب آپ کو یہ علم ہُوا کہ مفتی محمد صادق صاحب بیمار ہیں تو آپ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو دیکھ کر حدیث کے الفاظ فرمائے لا باس طھورًا انشاء اللہ یعنی کوئی فکر کی بات نہیں انشاء اللہ خیر ہو جائے گی۔ اور پھر آپ نے مفتی صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ بیمار کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں۔"

ذرا غور فرمائیے کیا شفقت ہے! کیسا پیار ہے! سفر میں ہیں لیکن اپنے خادم کی بیماری کا سنکر بے اختیار اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ اس کا دل بڑھاتے ہیں۔ تسلّی دیتے ہیں اور پھر انکساری کا یہ عالم کہ مسیح موعود ہیں۔ امام آخر الزمان ہیں۔ بلند مرتبت نبی ہیں۔ اللہ کے بے حد پیارے ہیں۔ ربّ العالمین خدا سے انتہائی قرب کا تعلّق ہے لیکن اپنے ایک خادم کو فرماتے ہیں۔ "بیمار کی دُعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں۔"

جب حضرت مولوی عبد الکریم صاحب بیمار پڑے اور اُن کی تکلیف بڑھ گئی تو نیم غشی کی حالت میں حضرت اقدس..... کو یاد کرتے اور اپنی اہلیہ سے کہتے کہ سواری کا انتظام کرو۔ مَیں حضرت صاحب سے ملنے کے لئے جاؤں گا۔ وہ سمجھتے کہ وہ کہیں باہر ہیں اور حضرت صاحب قادیان میں ہیں۔ ان کی اہلیہ بیان فرماتی ہیں کہ مولوی صاحب بعض اوقات کہتے تھے اور ساتھ ہی زار و قطار رو پڑتے تھے کہ دیکھو مَیں نے اتنے عرصہ سے حضرت صاحب کا چہرہ نہیں دیکھا۔ تم مجھے حضرت صاحب کے پاس کیوں نہیں لے

جاتے۔ ابھی سواری منگواؤ اور مجھے لے چلو۔

ایک دن جب ہوش تھی کہنے لگے۔ جاؤ حضرت صاحب سے کہو میں مر چلا ہوں مجھے صرف دُور سے کھڑے ہو کر اپنی زیارت کرا جائیں اور بڑا روئے اور اصرار کے ساتھ کہا کہ ابھی جاؤ۔ میں نیچے حضرت صاحب کے پاس آئی کہ مولوی صاحب اس طرح کہتے ہیں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا میرا دل مولوی صاحب کو ملنے کو نہیں چاہتا۔ مگر بات یہ ہے کہ میں اُن کی تکلیف کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مولویانی مرحومہ کہتی تھیں کہ اس وقت حضرت امّ المومنین پاس تھیں۔ انہوں نے حضرت صاحب سے کہا جب وہ اتنی خواہش رکھتے ہیں تو آپ کھڑے کھڑے ہو آئیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا اچھا میں جاتا ہوں۔ مگر تم دیکھ لینا کہ ان کی تکلیف دیکھ کر مجھے دَورہ ہو جائے گا۔ خیر حضرت صاحب نے پگڑی منگوا کر سر پر رکھ لی اور ادھر جانے لگے میں جلدی سے سیڑھیاں چڑھ کر آگے چلی گئی تاکہ مولوی صاحب کو اطلاع دُوں۔ جب میں نے مولوی صاحب کو جا کر اطلاع دی تو انہوں نے مجھے ملامت کی کہ تم نے کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دی۔ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ کیوں تشریف نہیں لائے۔ میں نے کہا کہ آپ نے خود ہی تو کہا تھا۔ انہوں نے کہا وہ تو میں نے دل کا دُکھڑا رویا تھا۔ تم فوراً جاؤ اور حضرت صاحب سے عرض کرو کہ تکلیف نہ فرمائیں۔ میں بھاگی گئی تو حضرت صاحب سیڑھیوں کے نیچے کھڑے اوپر آنے کی تیاری کر رہے تھے۔ میں نے عرض کر دیا کہ حضور آپ تکلیف نہ فرمائیں۔

احباب! عشق و محبت کے ان جذبات پر ذرا غور فرمائیں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ؎

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

حضور..... اپنے پیارے خادم کی علالت کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں لیکن اس کی تکلیف دہ حالت کو دیکھنے کی طبیعت متحمل نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرف خادم اپنے آقا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے لیکن جانتا ہے کہ میری حالت دیکھ کر انہیں صدمہ ہو گا۔ اس لئے ان کے تکلیف کے خیال سے روک دیتا ہے۔ عجیب محبت کی داستان ہے۔ جس کے سامنے دُنیا کی محبت کی داستانیں ہیچ ہیں۔

ایک دفعہ حضرت اقدس..... کے قدیم اور فدائی صحابی منشی محمد اروڑا صاحب نے ایک عیسائی کے کسی سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ "ہم تو ان کے منہ کے بھوکے تھے"۔ اور پھر حضور..... کی یاد میں بے چین ہو کر اس طرح رونے لگے جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جدائی میں بلک بلک کر روتا ہے۔ بغرض اپنے عزیزوں اور دوستوں سے ایسی مادرانہ شفقت۔ ایسا والہانہ پیار اور ایسی عدیم المثال محبت کا نمونہ حضور..... کی حیاتِ طیّبہ میں نظر آتا ہے۔

محبت اور حُسنِ سلوک کے ضمن میں ہی ایک واقعہ مہمان نوازی کا بھی اس قابل ہے کہ اسے بار بار بیان کیا جائے تاکہ وہ سب کے لئے مشعلِ راہ بنے اور ہم بھی اپنے طور طریقے اپنے آقا کے نمونے کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

"حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم کپورتھلوی..... نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانے میں آکر انہوں نے خادمانِ مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر

اتارے جائیں اور سامان لایا جائے۔ چارپائی بچھائی جائے۔ خادمان نے کہا کہ آپ خود اپنا سامان اتروائیں۔ چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکّہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ حضرت (اقدس) ...... کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے۔ چند خدام بھی ہمراہ تھے۔ مَیں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکّہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکّہ سے اُتر پڑے اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا چنانچہ وہ واپس آئے۔ حضور نے یکّہ میں سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا کہ مَیں ساتھ چلتا ہوں۔ مگر وہ شرمندہ ہوئے اور سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہونچے۔ حضور نے خود اُن کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لئے۔ حضور نے اسی وقت دو نواڑی پلنگ منگوائے اور ان پر اُن کے بستر کروا دیئے۔ ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کہ اس طرف تو چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دُودھ کے لئے پوچھا۔ غرض کہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ایک شخص جو اتنی دُور سے آتا ہے۔ راستہ کی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ سمجھتا ہے کہ اَب مَیں منزل پر پہنچ گیا ہوں۔ اگر یہاں آ کر بھی اس کو یہی تکلیف ہو تو یقیناً اس کی دل شکنی ہو گی۔ ہمارے دوستوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔"

اس چھوٹے سے واقعہ میں اکرام ضیف کا عظیم الشان سبق ہمیں ملتا ہے۔ یہ سبق ملتا ہے کہ مہمانوں کی دلداری کس رنگ میں کی جاتی ہے۔ یہ سبق ملتا ہے کہ مہمانوں کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے اور معمولی معمولی باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اور یہ سبق ملتا ہے کہ مہمان اگر رنجیدہ ہو کر واپس لوٹ جائے تو اس کا کس قدر دُکھ ہمارے پیارے امام ..... کو پہنچا تھا۔ اس لئے اُن کی جماعت کا نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ ایک مہمان بھی ایسا نہ ہو جو رنجیدہ خاطر ہو کر ان کے دروازے سے واپس جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ فہرست مُعطی حضرات از صفحہ ۱۳ :-

۱۳۔ مکرم جعفر خانصاحب بلوچ منجانب پسر نبی احمد صاحب بلوچ نُور نگر ضلع تھرپارکر	۳۰/- روپے
۱۴۔ " منشی احمد الدین صاحب مرحوم منجانب چوہدری محمد صادق صاحب کریم نگر ضلع تھرپارکر	۳۰۰/- "
۱۵۔ " چوہدری نذیر احمد صاحب رشید صدر جماعت احمدیہ شاہدرہ ٹاؤن لاہور	۳۱۳/- "
۱۶۔ " پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب بہاول پور	۳۰/- "

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

تاریخ احمدیت کا ایک ورق

پوپ کو تبلیغ

مرسلہ: فضل الرحمٰن صاحب بسمل ـــ ربوہ

آج سے اڑتیس سال پہلے کی بات ہے کہ جماعت احمدیہ کے ایک مخلص ممبر مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش دہلوی ۱۹۴۵ء میں اٹلی میں جنگی خدمات کے سلسلہ میں مقیم تھے۔ اس وقت دُنیائے عیسائیت کے مذہبی رہنما پائے روم پئیس دوازدہم پوپ کے عہدہ پر فائز تھے۔ مولوی صاحب نے پوپ سے ملاقات کی اور انہیں حضرت مسیح کی آمد ثانی کی اطلاع دی۔ وہ لکھتے ہیں :-

"پوپ کا شہر ویٹیکن بہت خوبصورت علاقہ ہے۔ اس میں بہت سے مشہور گرجے اور مقدس یادگاریں قائم ہیں۔ پوپ کا محل سات ہزار کمروں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں ایک وسیع و عریض نہایت شاندار ہال ہے۔ اس کے ساتھ ہی سینٹ پال کا عظیم الشان چرچ ہے جو اپنی زیبائش اور حضرت مسیح کی دیو قامت تصاویر اور ان کے حواریوں کے حالات و تاریخی واقعات تصویری زبان میں دیواروں پر منقش ہونے کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس زمانہ میں پوپ سوموار کو ہال میں آکر لوگوں کو خطاب کرتے اور پھر انہیں برکت دیتے ہوئے واپس محل میں چلے جاتے تھے۔ میں بھی سوموار کے دن ہال میں چلا گیا۔ جہاں ہزاروں لوگ پوپ کی آمد کا انتظار کرتے ہوئے پائے گئے۔ نہایت خاموشی کا عالم تھا۔ ہال میں بادشاہوں جیسا رُعب اور ہیبت کا سماں تھا۔ سب لوگ بڑے ادب اور سلیقہ سے دیواروں کے قریب صف آرا تھے۔ اور ہال کا درمیانی حصّہ خالی چھوڑا ہوا تھا۔ کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ہال کے ایک کونہ سے باوردی نوجوان ایک تخت اٹھائے ہوئے آرہے ہیں جس پر پوپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ تخت کے دائیں بائیں اور آگے گارڈ آف آنر کے نوجوان مارچ کر رہے تھے۔ ہال کے عین وسط میں تخت فرش پر رکھا گیا۔ اور شریعت لئے ہوئے پادری دائیں بائیں اور بیچ میں پوپ چلنے شروع ہوئے اور آگے پہنچ کر پوپ کرسی نشین ہو گئے۔ پھر انہوں نے مائیک پر امنِ عالم کے متعلق تقریر کی۔ اور پھر دُعا کے بعد پادریوں کے جھرمٹ میں پوپ صف آرا زائرین کے ساتھ ہو کر گزرتے جا رہے تھے۔ لوگ صرف ان کے ہاتھ کو چھو دیتے تھے۔ اور اکثر لوگ نظریں نیچی کر کے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ پوپ کے جلال و ہیبت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ جب پوپ لوگوں کے پاس سے گزرتے ہوئے میرے قریب پہنچے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پوپ کا ہاتھ لے لیا۔ اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہوئے ان کو مخاطب کر کے انگریزی میں جو تقریر کی۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ

"اسلام سچا مذہب ہے۔ یہی انسانیت کا نجات دہندہ ہے۔ مَیں آپ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مسیح نے اپنی دوبارہ آمد کا جو وَعدہ کیا تھا۔ مَیں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اس کے مطابق وہ قادیان (پنجاب انڈیا) میں مبعوث ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور مَیں اُن کو ماننے والوں میں سے ہوں۔ مَیں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ اسلام قبول کریں۔ مسیح موعود پر ایمان لائیں۔ نجات پائیں گے۔"

پوپ بڑے اطمینان سے کھڑے رہے۔ اور توجہ سے میری تقریر سُنتے رہے۔ پھر پوپ نے پوچھا آپ کس مُلک کے رہنے والے ہیں۔ مَیں نے بتایا کہ ہندوستان کا رہنے والا ہوں۔ پوپ نے کہا مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ پھر مَیں نے ان کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ دوسرے زائرین کی طرف بڑھ گئے۔ جب مَیں ہال سے باہر نکلا تو امریکہ اور برطانیہ کے بہت سے لوگ میرے گرد جمع ہوگئے اور کہنے کہ اتنی جرأت پوپ سے باتیں کیں۔ ہم تو ان کے جلال کی وجہ سے آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مَیں نے ان لوگوں کو بھی تبلیغ کی۔"

(تاریخ احمدیت جلد دہم ص۵۴۸-۵۴۹)

دَورہ جات قیادت اصلاح وارشاد

قائد صاحب اصلاح وارشاد مجلس انصار اللہ مرکزیہ مکرم محمد اسماعیل صاحب مُنیر نے مختلف اضلاع کے دَورے کئے۔ پہلا دَورہ مورخہ ۲۰/۱/۸۳ سے ۲۹/۱/۸۳ تک کیا گیا۔ اور اس میں آپ منڈی بہاؤالدین۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ ماڈل ٹاؤن مغلپورہ دارالذکر۔ دہلی دروازہ اور اسلامیہ پارک۔ شیرہ کے ضلع شیخوپورہ کی مجالس میں تشریف لے گئے۔

دوسرے دَورے میں مورخہ ۱۳/۲/۸۳ کو گھسیٹ پورہ اور فیصل آباد شہر اور تیسرے دَورہ میں مورخہ ۱۷ سے ۲۱ فروری تک منڈی بہاؤالدین شاہ تاج شوگر ملز۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ لاہور اور شیخوپورہ کی مجالس کا دَورہ کیا۔

۱۔ ان دَوروں میں قیادت اصلاح وارشاد کے کام کا جائزہ لیا۔ اور ضروری ہدایات دیں۔

۲۔ عمومی انتظامی ڈھانچہ بنانے میں ناظمین اضلاع اور زعماء اعلیٰ کی مدد کی۔

۳۔ سلائیڈز لیکچر کے ذریعہ احمدیہ مساعی کو پیش کرنے کا موقع ملا۔ جس میں احمدی اپنے دوستوں کے ہمراہ شامل ہوئے۔

نائب قائد اصلاح وارشاد
مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

کیا کروں!

مکرّم عبدالمنان صاحب خالدؔ سندھی منتظم ڈرگ روڈ کراچی

پھر دل ہے بے قرار بتا اَب میں کیا کروں
اے میرے کردگار بتا اَب مَیں کیا کروں

اے رحمتِ تمام مجھے اعتراف ہے
مَیں ہوں گناہگار بتا اَب مَیں کیا کروں

نادم ہوں کیسے پیش کروں دفترِ عمل
عصیاں ہیں بے شمار بتا اَب مَیں کیا کروں

ہاں ہاں مجھے ہیں یاد میری بے وفائیاں
میرے وفا شعار بتا اَب مَیں کیا کروں

کیا تجھکو اپنا حال بتاؤں میرے علیم
تجھ پر ہے آشکار بتا اَب مَیں کیا کروں

وہ میری سرکشی یہ تیری بُردباریاں
ازبس ہوں شرمسار بتا اَب مَیں کیا کروں

دامن تمہارا چھوڑ کے نادم ہوں آج تک
اَے میرے تاجدار بتا اَب مَیں کیا کروں

لے دے کے میری آس میرا آسرا ہے تُو
اَے میرے غمگسار بتا اَب مَیں کیا کروں

تیرا قصور کیا میری آنکھیں ہی بُجھ گئیں
اے شمعِ تابدار بتا اَب مَیں کیا کروں

صد حیف مجھ سے رُوٹھ گیا رونقِ چمن
اَے صُبحِ نوبہار بتا اَب مَیں کیا کروں

مدّت سے دل کی وادیٔ فاراں خموش ہے
اے چشمِ اشکبار بتا اَب مَیں کیا کروں

ہیں بے حساب تیری عنایت کے پھول، پر
دامن ہے تار تار بتا اَب مَیں کیا کروں

تُو جوڑتا ہے ٹوٹے ہوئے دل سُنا تو ہے
مَیں بھی ہوں دلفگار بتا اَب مَیں کیا کروں

خالدؔ کے لب پہ اَب تو فقط ایک بات ہے،
کہتا ہے بار بار بتا اَب مَیں کیا کروں

امامِ زمانہ کی شناخت

کیوں اور کیسے؟

تحریر: ماجد بے نی جے ۔ (MACIT BENICE)
ترکی سے ترجمہ:۔ مکرم محمد جلال صاحب شمس

۱۹۶۵ء عیسوی کا ذکر ہے مَیں نے انگلستان کا سفر اختیار کیا۔ مَیں بھی بہت سے مسلمانوں کی طرح، حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دوبارہ دُنیا میں آکر پچیس سال حکومت کرنے اور اسلام کے راستہ میں جہاد کے ذریعہ حکومت کرنے کا قائل تھا۔ اُن ایّام میں استنبول سے روزانہ شائع ہونے والے ایک اخبار نے قارئین کو قرآن مجید کا ایک ترجمہ تحفۃً پیش کیا تھا۔ اس میں کلامِ الٰہی:۔

فلمّا توفیتنی کنت انت الرّقیب علیھم (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۸)

کا ترجمہ، اس وقت تک مروج ترجمہ سے ہٹ کر اور مختلف رنگ میں، ترکی زبان میں "وفات" کے لفظ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اس وقت مجھے اس ترجمہ پر سخت افسوس ہوا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ کسی عیسائی پبلشر نے جان بوجھ کر یہ تبدیلی کی ہے۔ اسی خیال کے ساتھ مَیں سفر پر روانہ ہُوا۔

انگلستان میں جن دیندار لوگوں سے میری ملاقات ہوئی، ان کے ساتھ میرا مباحثہ ہوتا تھا تو وہ کہتے:۔

"جبکہ آپ لوگ بھی ہماری طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں تو اس صورت میں بحث مباحثہ کی کیا ضرورت ہے۔ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام آئیں گے تو ہم بھی اور آپ بھی دیکھ لیں گے۔ (کہ وہ کونسا عقیدہ پیش کرتے ہیں)"

مَیں ان کی اس منطق کے سامنے بحیثیت ایک مسلمان کے اپنے آپ کو پُورے طور پر مضبوط اور طاقتور محسوس نہیں کرتا تھا۔ حتّٰی کہ بعض اوقات مباحثہ میں مجھے شکست خوردہ ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ ایک دن لیورپول شہر (LIVERPOOL) کے ہوٹن (HUYTON) نامی محلہ کے ایک گرجے میں جانے کے لئے مجھے دعوت دینے والی اور گرجا کی عبادت کے بعد پادری صاحب کے ساتھ میرا تعارف کرانے والی ایک مخلص انگریز عورت نے

تعارف کے وقت :-

" یہ صاحب ترک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام (کی بجسدہ العنصری آمد ثانی) پر ایمان رکھتے ہیں۔
گویا کہ ایک لحاظ سے عیسائی ہی ہیں "

کے الفاظ استعمال کئے۔ بے چاری عورت نے قبل ازیں جو کچھ مَیں نے اسے بتایا تھا اس کو اور بالخصوص میرے ان الفاظ کو یاد کر کے کہ " ہم مسلمان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے قائل ہیں " مجھے " ایک لحاظ سے عیسائی " کے طور پر متعارف کرانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی تھی۔ لیکن کیا عملاً ایسا نہیں ہے؟ کیا ہم مسلمان بھی ان عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (بجسدہ العنصری) دوبارہ آنے پر ایمان نہیں رکھتے؟ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عیسائیوں کے مشابہہ مت بننا۔ لیکن ہم نے زیادہ تر " شکلی " اور " سطحی " طور پر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر صدیوں عمل کیا اور رسم و رواج اور عادات کے لحاظ سے عیسائیوں سے مختلف رویّہ اپنانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر " حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی (بجسدہ العنصری) دوبارہ آمد " جیسے بے حد خطرناک عقیدہ میں نادانستہ طور پر ان کے ہم آواز بن گئے۔

آج، پادری صاحب کے ساتھ " ایک لحاظ سے عیسائی " کے طور پر متعارف کرائے جانے کے دن کو یاد کر کے نیز یہ سوچ کر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے کہ اُس دن مَیں اپنے پیارے دین کی حفاظت نہ کر سکا اور کس طرح اس خوبصورت دین کو صحیح رنگ میں پیش نہ کر سکا۔ اور کیسے ایک مثالی مسلمان نہ بن سکا۔ لیکن ساتھ ہی آج میں یہ یاد کر کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وفات پا چکے ہیں اور حضرت اقدس.... نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرح میدان میں آکر اور یہ اعلان کر کے کہ " یاد رکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ یہ دیکھو ان کی قبر یہاں (کشمیر میں) ہے۔ ابدیت صرف اللہ تعالےٰ کو حاصل ہے " ہمیں نصاریٰ کی مشابہت سے بچا لیا ہے۔ یہ سب کچھ یاد کر کے اور اس آواز کو میرے کانوں تک پہنچانے والے جناب حق تعالیٰ کو یاد کر کے مَیں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور میری دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے جملہ اہلِ ایمان بھائیوں کو بھی حقیقی ہدایت نصیب کرے آمین۔

جتنا عرصہ میں انگلستان میں رہا، مَیں اپنے علوم قرآنیہ میں اضافہ کی کوشش کرتا رہا۔ سڑکوں پر " یسوع اب آنے ہی والا ہے " (CHRIST IS RISING NOW) قسم کے گرجا کے نعروں کو دیکھ کر ان نعروں پر ایمان رکھنے والا ایک مسلمان ہونے کے باوجود میرا دل ایک عجیب احساس سے بھر جاتا تھا۔

۱۹۶۷ء میں انگلستان میں کام کرنے والے غیر ملکیوں کے خلاف سخت تدابیر اختیار ہونی شروع ہو گئی تھیں ہم معہ اہل و عیال ترکی واپس لَوٹنے ہی والے تھے کہ بالکل ہی خلاف امید جگہ پر یعنی ناروے میں مجھے کام ملنے کی صورت پیدا ہو گئی اور ہم اوسلو (OSLO) روانہ ہو گئے۔ ایک دن میری بیوی نے ناروے کا سب سے زیادہ پڑھا جانے

والا اخبار AFTENPOSTEN میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ دیکھئے ایک نارویجین دینِ اسلام کی مدافعت کر رہا ہے۔" بیس جنوری ۱۹۶۸ء کی تاریخ کے اس اخبار کے ضمیمہ میں ٹرولس بولسٹاڈ (TRULS BÖLSTAD) نام کے ایک نارویجین نے اخبار میں اس سے پہلے شائع ہونے والے ایک مضمون میں دینِ اسلام کے بارہ میں غلط اور نامکمل معلومات کے موجود ہونے کی نشاندہی کی ہوئی تھی۔ نیز یہ بیان کیا ہوا تھا کہ :-

"دینِ اسلام صاحبِ مضمون کے دعویٰ کے مطابق مختلف مذاہب اور ادیان کے مجموعہ کا نام نہیں۔ ہم مسلمانوں کے نزدیک دیگر ادیان، انسانوں کو ایک مکمل دین کی خاطر تیار کرنے والے ہیں۔ بذاتِ خود یہ ادیان مکمل دین یعنی دینِ اسلام تک پہنچنے کے لئے ایک زینہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تعداد دو صد یا تین صد ملین نہیں ہے۔ بلکہ یونیسکو (UNESCO) کی آخری (۱۹۶۷ء کی) سالانہ رپورٹ کے مطابق ہم مسلمانوں کی تعداد چھ صد چھیاسٹھ ملین ہے۔ ان مسلمانوں میں سے ہر سو ملین کے حساب سے ایک مسلمان ناروے میں موجود ہے۔"

میرے دل میں دینِ اسلام کا اس طرح دفاع کرنے والے اس نارویجین کے ساتھ متعارف ہونے کا بے حد شوق پیدا ہوا۔ موصوف کے بیان کے مطابق دنیا کے مسلمانوں میں سے ہر سو ملین کے حساب سے ایک مسلمان ناروے میں رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ناروے میں چھ یا سات مسلمان موجود ہیں میں نے اخبار کے مدیر التحریر کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں ہی ایک خط میں نے نارویجین مسلمان بھائی کے نام لکھ کر رکھ دیا۔ اور مدیر صاحب سے گذارش کی کہ یہ خط مرسل الیہ تک پہنچا دیں کیونکہ اخبار میں ان کا پتہ موجود نہیں۔ چند ہفتوں کے بعد نارویجین مسلمان بھائی (جن کا پرانا نام ٹرولس بولسٹاڈ TRULS BÖLSTAD اور اسلامی نام نور احمد ہے) کا ایک خط مجھے ملا۔ سولہ سال کی عمر میں اسلام کی نعمت سے مشرف ہونے والے اس بھائی کے ذریعہ پہلی بار مجھے اسلام میں احمدیہ تحریک کے بارہ میں علم ہوا۔ اور میں نے ان کتب اور رسائل کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جو اس بھائی نے مجھے بھیجے تھے۔ اسی اثناء میں میں نے ترکی میں اپنے ایک دوست کو خط لکھ کر مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کیا۔ اور اس سے پوچھا کہ کیا مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی نشانی کے طور پر رمضان کے مہینہ میں سورج کو بھی اور چاند کو بھی گرہن لگنے کے بارہ میں کوئی حدیث موجود ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں میرے دوست نے مجھے لکھا کہ میں نے حکومت ترکی کے دفتر "امور دینیہ" کے ساتھ رابطہ قائم کر کے اس بارہ میں معلومات حاصل کی ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق ایسی ایک حدیث واقعی مروی ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ رمضان کے پہلے دن چاند گرہن نہیں بلکہ سورج گرہن ہو۔ حضرت اقدس ...... کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اس سوال کا دل و دماغ کے لئے مناسب ترین جواب مل گیا جس نے کئی سال تک مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور جس کی وجہ سے میرا آرام اُڑ چکا تھا۔ اس طرح مجھے سکون نصیب ہوا۔ مگر میں یقین کے مقام تک پہنچنا چاہتا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت اقدس ...... کے ایک ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ

حقیقتِ حال کو مجھ پر واضح کرے۔ اس کے بعد مَیں سوگیا۔ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ چار ہندوستانی ایک لمبے تابوت میں ایک نعش کو اُٹھا کرلے جارہے ہیں۔ تابوت کے اندر موٹے کپڑے میں موجود یہ نعش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک نعش ہے۔ اس خواب کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی باقی تمام انبیاء کی طرح، نیز ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وفات پاچکے ہیں۔ اس بات کا دعویٰ کرنے اور اس کو ثابت کرنے کا مطلب فی الواقع کسرِ صلیب ہے۔ ورنہ گرجاؤں کی چھتوں پر چڑھ کر صلیب کو توڑنا قرآن کریم اور سنّت رسول کے خلاف ہے۔ یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ حق تعالےٰ نے مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ ایسا خیال قبول نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ہماری صدی کا بھی ایک امام ہو۔ مگر وہ امام ہے کہاں ؟ لیجیۓ وہ امام آبھی چکا اور کسرِ صلیب کر بھی چکا۔ آپ نے یہ اعلان کیا کہ میں ہی مسیح اور مہدی ہوں۔ رسل و رسائل اور مطبوعات کی ترقی والی اس صدی کے سر پر ساری دُنیا کی آنکھوں اور کانوں کے سامنے آپ نے اس پادری کو للکارا جس نے یہ اعلان کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا وقت اَب قریب ہے اور مَیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری دینے والا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور آپ نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اپنے دعویٰ کو حیرت انگیز طور پر جیتا۔ آپ نے اسّی کے قریب بہت ہی قیمتی کتابیں لکھیں اور یہ ثابت کیا کہ آپ ایک زبردست عالمِ دین ہیں۔ آپ نے ماحول پر بے حد اثر کیا۔ لاکھوں لوگ آپ کے گرویدہ ہوگئے۔ آپ نے اسلام میں حقیقت کی طرف یعنی قرآن کریم اور سنّت رسولؐ کی طرف رجوع کی تحریک کو شروع فرمایا۔ اور شروع ہی سے یہ اعلان فرمایا کہ یہ تحریک تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔ اور حال میں قطب شمالی کے بہت نزدیک (جہاں چار ماہ کی رات ہوتی ہے) ایک چھوٹے سے قصبہ سے آنے والے ایک خط کے ذریعہ اس امام کے نام کو پہلی دفعہ سُن رہا تھا۔ ہمارے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کے مطابق کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائیں گے اور ان میں سے صرف میں سے صرف ایک فرقہ صراطِ مستقیم پر ہوگا۔ ہمارے زمانہ میں یہ فرقہ واحدہ صرف اور صرف جماعت احمدیّہ ہی ہوسکتی تھی جن کا ایک امام تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چودھویں صدی اختتام کے قریب تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسیح اور مہدی آچکا ہو۔

مَیں نے چودھویں کے اختتام کا انتظار نہ کیا۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ترکی واپس آتے ہوئے کوپن ہیگن میں احمدیّہ سنٹر کی زیارت کی اور امام کمال یوسف صاحب کے ساتھ متعارف ہُوا۔ نہایت درجہ سادہ اور نمود و نمائش سے دُور عاجزانہ طور پر بنائی گئی خوبصورت مسجد میں، مَیں نے اپنے چھوٹے بچّے کو پہلی دفعہ نماز پڑھائی۔ اس کے اس طرح سادہ، صاف ستھری اور شیریں (اور پیاری) مسجد میں پہلی دفعہ نماز پڑھنے پر مَیں بے حد خوش تھا۔ کیونکہ حقیقی اسلام کا عقیدہ، طرزِ رہائش اور عبادت سادہ، صاف ستھری اور پیاری ہے۔ اور نمود و نمائش سے بہت دُور ہے۔ کوپن ہیگن سے اپنے وطن واپس آتے ہوئے راستہ میں کار چلاتے ہوئے مجھے یہ احساس تھا کہ مَیں اپنے دین میں صراطِ مستقیم پر آگے بڑھ رہا ہوں۔ اس سے مجھے حقیقی خوشی نصیب ہوئی۔

INVITATION کا ترکی زبان میں ترجمہ کرنے والے، گہرا دینی مطالعہ رکھنے والے اور صاحب علم ہمارے قابل صد احترام بزرگ جناب شناسی سی بر صاحب (SINASI SIBER) کے ساتھ ازمیر میں ہماری پہلی ملاقات کے موقع پر انہوں نے مجھے خلاصۃً یوں فرمایا:۔

"بیٹا! میں قرص میں پیدا ہُوا اور بڑا ہُوا۔ اپنے ماحول سے، نیز غیر ملکی زبان کے طور پر انگریزی زبان اور اس کے لٹریچر سے مَیں نے مغربی کلچر حاصل کیا۔ ہمارے دین کی تفسیر اور تدقیق کرنے والے بعض تنگ نظر اہلِ دین محققین کے بیانات اور اعمال کو دیکھ کر قریب تھا کہ مَیں عیسائی ہوجاؤں۔ خدا تعالیٰ کا بے انتہاء احسان ہے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام نے مجھے اس بدانجام سے بچا لیا ہے۔"

کچھ عرصہ کے بعد مکرم و محترم جناب مرزا مبارک احمد صاحب انقرہ تشریف لائے اور ہمارے گھر کو بھی شرف بخشا۔ ہوائی اڈہ پر موصوف کو رخصت کرتے ہوئے مَیں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ اس نے مجھے ہمارے پیارے رسول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے راستہ پر قدم مارنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیشگوئی اور خوش خبری کے مطابق آنے والے موعود مسیح اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پوتے سے گلے ملنے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ وہی ہے جو، جس بندے کو چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نیچا کر دیتا ہے۔ ہم اس کے غضب سے اسی کی ہی پناہ مانگتے ہیں اور اسی سے ہدایت اور مدد کے طلب گار ہیں۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

الداعی الی اللہ کا بہترین حربہ

" وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرہ گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے۔ اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان سے الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں ایک دفعہ ایسا انقلاب پیدا ہُوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔" (برکات الدعا صلا)

قیادت اصلاح وارشاد
مجلس انصار اللہ مرکزیّہ ربوہ

پیدرو آباد (سپین) کی مسجد کے مینار دیکھکر

جناب محمد اکرم خانصاحب غوری ایم ۔ اے میرے مہربان دوستوں میں سے ہیں ۔ زندگی کی ۷۷ منزلیں طے کر چکے ہیں ۔ دمہ کے مریض ہیں ۔ مختلف جسمانی عوارض کی وجہ سے رکوع و سجود نہ کر سکنے کی وجہ سے اشاروں سے نماز ادا کرتے ہیں ۔ مگر ان کا عزم جوان ہے اور دین کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں ۔ حال ہی میں موصوف نے جو سپین کا سفر اختیار کیا تھا میرے نام اُن کے گرامی نامہ میں اس کی تفصیلات درج ہیں ۔ اگر آپ اس " پیر جواں ہمّت " کا یہ مکتوب ماہنامہ انصار اللہ میں شائع فرما دیں تو اس کے مطالعہ سے ہزاروں دوستوں کا خوابیدہ عزم و ولولہ بیدار ہو سکتا ہے ۔ غوری صاحب چند دنوں تک بغرض تبلیغ دین مستقل طور پر پیدرو آباد جا رہے ہیں ۔ فقط ۔ والسّلام نیاز کیش ــــ محمد حسن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادرم مکرم و محترم محمد حسن خانصاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ــــــــــ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ' :

آپ کا ۳۰ جنوری کا مرقومہ جس پر لندن کی مُہر ۳۱ جنوری کی تھی ۔ خاکسار کو پیدرو آباد میں ۱۴ فروری کو ملا تھا جبکہ مَیں وہاں مولوی عبد الستار خانصاحب کے ساتھ ایک مکان دیکھنے جا رہا تھا ۔ راستہ میں ڈاکیہ ملا ۔ تو اُس نے مسجد کی ڈاک مولوی صاحب موصوف کو دی ۔

مَیں نے آپ کا خط پڑھا ۔ آپ کا یہ شکوہ بجا اور درست ہے کہ مَیں انتہائی مصروفیت کے باعث آپ کو اپنی روانگی کے بارے میں فون پر بھی نہ بتا سکا ۔

خاکسار سپین میں پندرہ دن رہا ہے اور مجھے تو وہاں سردی وغیرہ کا کوئی احساس نہیں رہا ۔ بلکہ یہاں تو مجھے ذرا سی محنت سے دمّہ کی شکایت میں سانس پھول جاتا ہے ۔ وہاں تو ایک دفعہ بھی سانس نہیں بگڑا ۔ حالانکہ جتنی مشقت مجھے پیدرو آباد پہنچنے میں اٹھانی پڑی ۔ اتنی مشقت مَیں نے اپنی تمام عمر میں برداشت نہیں کی تھی ۔ احوال اس مشقت کا یوں ہے کہ چونکہ مَیں اپنے خرچ پر گیا تھا ۔ اس لئے ضروری تھا کہ مَیں کفایت سے کام لوں ۔ اور روانگی سے پہلے یہاں ایک دوست نے جن کا نام سعید خان ہے ۔ اور اس وقت عاجز کے زیرِ تبلیغ ہے مشورہ دیا تھا کہ جب آپ ایئر پورٹ سے باہر نکلیں تو زیادہ سے زیادہ سو قدم پر ایک چھوٹا سا ریلوے اسٹیشن ہے ۔ وہاں سے آپ پہلے ملاگا کے بڑے مرکزی اسٹیشن پر پہنچ جاویں گے جہاں سے

آپ ٹکٹ لے کر قرطبہ چلے جاویں۔ اور پھر قرطبہ سے یا تو کوچ یعنی بس میں جاویں۔ یا ریل گاڑی میں۔

مکرم سعید خانصاحب کی اطلاع کے مطابق میں جب ائیرپورٹ سے باہر نکلا تو سامنے ایک ٹرالی خوش قسمتی سے مل گئی۔ اُس پر مَیں نے اپنا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ رکھا اور ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ ان دونوں چیزوں کا وزن ۲۴ کلوگرام تھا۔ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ در اصل یہ کوئی اسٹیشن نہ تھا۔ دو طرفہ پلیٹ فارم تھے۔ جب مَیں پلیٹ فارم پر پہنچ گیا تو وہاں صرف دو عورتیں اور ایک مَرد پایا۔ مَیں نے اُس مَرد سے پوچھا کہ ملاگا جانے والی گاڑی کب آئے گی۔ اتفاق سے وہ انگریزی بھی بولتا تھا۔ کہنے لگا کہ گاڑی آنے والی ہے۔ لیکن آپ غلط پلیٹ فارم پر کھڑے ہیں۔ اگر ملاگا جانا ہے تو سامنے والے پلیٹ فارم پر انتظار کریں۔ دوسرے پلیٹ فارم پر جانے کے لئے پھر سیڑھیاں اُتر کر پُل کے نیچے سے گذرنا پڑا اور پھر دس بارہ سیڑھیاں چڑھنا پڑیں۔ آپ کو شائد معلوم ہوگا کہ مَیں اپنے بائیں گھٹنے میں تکلیف کے باعث آسانی سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتا۔ حضرت چودھری صاحب (حضرت چودھری ظفر اللہ خانصاحب جو لندن مسجد کے ملحقہ مکان کے سب سے اُوپر کے کمرہ میں قیام فرما تھے) کے پاس جب بھی جانا ہوتا تھا تو یہ میرے لئے ایک امتحان ہوتا تھا۔ لیکن اُن جیسے بزرگ کی صورت دیکھنے کی اُمید میں مَیں اپنی تکلیف بھول جاتا تھا۔

بہرحال مَیں دوسرے پلیٹ فارم پر سیڑھیاں چڑھ کر پہنچ گیا۔ اور کوئی پندرہ منٹ کے انتظار کے بعد گاڑی آئی اور مَیں اُس میں سوار ہوگیا۔ ٹکٹ مجھے گاڑی میں ہی ٹکٹ چیکر نے دیدیا۔ اور قریبًا دس بارہ منٹ میں ہم ملاگا کے بڑے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اُس پلیٹ فارم پر صرف دو مسافر اور اُترے تھے جو فوراً ہی باہر چلے گئے۔ اور گاڑی بھی کوئی دو منٹ کے بعد آگے کسی اور طرف چلی گئی۔

مَیں نے چاروں طرف مُڑ کر دیکھا تو ایک دیوار پر بڑے موٹے حروف میں لکھا ہُوا تھا "مرکزی بڑا اسٹیشن" اور آگے اُس کے تیر کا نشان لگا ہُوا تھا۔ چنانچہ مَیں نے اُس تیر کے نشان کی سمت چلنا شروع کر دیا۔ دائیں ہاتھ میں سوٹ کیس تھا جس کا وزن ۱۷ کلوگرام تھا۔ اور بائیں ہاتھ میں بیگ تھا جس کا وزن ۷ کلوگرام تھا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ مَیں وزن اُٹھا کر زیادہ دُور نہیں چل سکتا۔ لیکن مجبوری تھی۔ وہاں کوئی آدمی تھا ہی نہیں جسے کہتا کہ بھائی ذرا میری مدد کرنا۔ بہرحال مَیں آہستہ آہستہ جا رہا تھا اور کوئی تیس چالیس گز کے بعد راستہ دائیں ہاتھ کو مڑا تو سامنے مجھے لمبی سیڑھیاں نظر آئیں۔ اور میرا دل بیٹھ ہی گیا۔ بہت سی سیڑھیاں تھیں۔ یوں معلوم ہُوا کہ قطب مینار دہلی کی سیڑھیاں چڑھنی ہوں گی۔ مَیں سیڑھیوں کو دیکھتا تھا تو دل بیٹھ بیٹھ جاتا تھا۔ دو چار منٹ کے بعد کچھ حوصلہ پیدا ہُوا اور دل میں خیال کیا کہ یہاں کب تک کھڑے رہوگے۔ ایسا نہ ہو کہ گاڑی چلی جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہمت سے دونوں چیزیں اُٹھائیں اور اوپر چڑھنا شروع کیا۔ کیسے بیان کروں کہ وہ ۳۸ سیڑھیاں مَیں نے کس طرح ختم کیں۔ اور جب اوپر فرش پر چڑھ گیا تو وہاں ایک اور موڑ نظر آیا۔ کچھ دیر سانس لے کر اُس موڑ پر جو پہنچا تو پھر اُسی قسم کی سیڑھیاں نظر آئیں۔ لیکن اس دفعہ چڑھنا نہیں بلکہ اترنا تھا۔ بہرحال

کوئی اور چارہ نہ تھا۔ پھر ہمت باندھی اور قریباً اتنی ہی سیڑھیاں پھر نیچے اترا۔ اور کوئی دس قدم پر ایک اور موڑ بائیں ہاتھ پر آیا۔ جسے مڑ کر دیکھا تو قریباً دو درجن سیڑھیاں اور نظر آئیں۔ اس وقت تک میں واقعی تھک کر چور ہو گیا تھا۔ اور اُن سیڑھیوں پر چڑھنے کی طاقت اپنے اندر نہ پاتا تھا۔ بے اختیار دل سے دُعا نکلی کہ اے میرے محسن اور لے میرے آقا۔ میں تیرا ایک بندہ ضعیف ولاچار ہوں۔ اب یہ سیڑھیاں چڑھنے کی طاقت مجھ میں نہیں۔ اور میں نے دو چار بار درود پڑھنے کے بعد پھر اپنے قادر خدا سے عرض کیا کہ میں تجھے تیرے حبیب کا واسطہ دیتا ہوں۔ اس حبیب کا جس کے لئے تو نے اس تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ میں تیرے ہی قائم کردہ خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں گھر سے نکلا تھا۔ اب تو ہی میری مدد فرما۔

مجھے اُن سیڑھیوں کے نیچے کوئی پانچ چھ منٹ ہی گذرے ہوں گے کہ اوپر ایک آدمی گذرتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اُسے بلند آواز سے بُلایا اور ہاتھ سے بھی اشارہ کیا۔ وہ ایک مضبوط جوان آدمی تھا۔ دوڑتا ہوا نیچے آیا۔ اور میں نے اُسے اپنے سامان کی طرف اشارہ کیا اور کہا "قرطبہ"۔ تو اُس نے جھٹ میرا سوٹ کیس کندھے پر رکھا اور ہینڈ بیگ ہاتھ میں لے کر سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔ اور میں بھی آہستہ آہستہ اُس کے پیچھے اُوپر آگیا۔ وہ نوجوان مجھے وہاں سے ٹکٹ گھر لے گیا۔ اور میں نے قرطبہ کا واپسی کا ٹکٹ خریدا۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے میری مدد اس رنگ میں کی کہ جب میں نے بکنگ کلرک سے بات کی اور پوچھا کہ وہ انگریزی بول سکتا ہے یا نہیں۔ تو اُس نے بھی کہا "NO" اور جب میں نے مڑ کر آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں سے یہی سوال کیا تو وہاں چار پانچ نوجوان لڑکیاں بھی کھڑی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے دوسری کا بازو پکڑ کر میرے سامنے لاکھڑا کیا۔ چنانچہ اُس نے بکنگ کلرک کو سمجھایا کہ مجھے قرطبہ کے لئے جانے اور واپس آنے کا ٹکٹ درکار ہے۔ چنانچہ اُس نے مجھے ۱۰.۵۰ پسیتہ میں واپسی کا ٹکٹ دیا۔ اور اُس لڑکی نے مجھے بتایا کہ میں اس ٹکٹ کو دو ماہ کے اندر اندر استعمال کر سکتا ہوں۔ ٹکٹ لے کر میں نے اُس بچی کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اب وہ نوجوان میرا سامان اُٹھا کر تیزی سے گاڑی کی طرف چلا۔ میں اپنی معذوری کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ اور چونکہ پلیٹ فارم بہت لمبا تھا۔ اور وہاں لوگ بھی بہت سے تھے۔ وہ قُلی جلد ہی میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں بھی حتی المقدور قدم بڑھاتا ہوا جا رہا تھا۔ لیکن ساتھ ہی مجھے لاہور کا پلیٹ فارم بھی یاد آگیا۔ جہاں بعض اوقات قُلی مسافروں کا سامان لیکر غائب ہو جایا کرتے تھے۔ پس میں درود شریف پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔ سیکنڈ کلاس کے ڈبے گاڑی کے آخر میں لگے ہوئے تھے۔ بہرحال کچھ اضطراب کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ نوجوان ایک سیکنڈ کلاس گاڑی کے سامنے کھڑا ہے۔ اور مُسکرا رہا ہے۔ میں نے اُسے اشارہ کیا کہ گاڑی کے اندر سامان رکھ دے۔ چنانچہ اُس نے پہلے ہی کمپارٹمنٹ میں میرا سامان اوپر RACK پر رکھدیا۔ تو میں نے اسے سو پسیتہ کا ایک نوٹ دیا۔ اور وہ یہ نوٹ لے کر خوشی سے چلا گیا۔ بعد میں جب میں نے پیدرو آباد اس کا ذکر کیا تو مولوی عبدالستار خانصاحب نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ کیا اُس آدمی نے آپ سے جھگڑا تو نہیں کیا۔ کیونکہ اُس نے محنت کی تھی۔ اس کے عوض سو پسیتہ تو بہت ہی حقیر معاوضہ تھا۔ میں نے کہا کہ نہیں وہ شخص خاموشی کے ساتھ چلا گیا۔ اُس

نے شاید دل میں یہ خیال کیا ہو کہ یہ ضعیف آدمی ہے۔ اور زبان جانتا نہیں۔ اگر تکرار کی تو اسے کیا سمجھ آئے گی۔ بہرحال مجھے اُس کے بُشرے پر ناراضگی یا مایوسی کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔

اَب گاڑی چل پڑی تھی۔ ہم دونوں مسافر ایک دوسرے کے سامنے والی BERTH پر بیٹھے تھے۔ اَب جب کہ مجھے اطمینان ہوگیا کہ میں منزلِ مقصود کی طرف جانے والی گاڑی میں بیٹھ گیا ہوں تو مجھے خیال آیا کہ مَیں نے مغرب اور عشاء کی نماز ابھی نہیں پڑھی ہے۔ چنانچہ مَیں اپنے کمرے سے باہر جاکر گاڑی کے WASH ROOM میں گیا اور وضو کر کے اپنے ڈبے میں آگیا۔ اس اثنا میں دوسرا مسافر آرام سے دوسرے BERTH پر سونے کے لئے دراز ہو گیا تھا۔ اور ابھی جاگ رہا تھا۔ مَیں نے اپنے BERTH پر بیٹھ کر نماز کی نیّت باندھ لی۔ چونکہ اَب میں اپنی منزلِ مقصود کی طرف جارہا تھا۔ طبیعت میں اطمینان اور تشکرِ الٰہی پیدا ہوچکا تھا۔ مَیں پُوری توجہ سے نماز پڑھنے لگا۔ مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر رہا تھا۔ اَور ابھی مَیں نے مغرب کے تین فرض ہی پڑھے تھے کہ مَیں نے دیکھا کہ اُس مسافر نے اپنا سامان اکٹھا کیا اور اُٹھا کر اس کمپارٹمنٹ سے چلا گیا۔ خدا جانے وہ چلا کیوں گیا۔ جگہ کی قلّت کا تو سوال ہی نہ تھا کیونکہ وہ اپنی BERTH پر آرام سے لیٹا ہُوا تھا۔ اور مَیں اپنی BERTH پر لیٹا ہُوا تھا۔ بہرحال وہ چلا گیا اور اَب مَیں اس کمپارٹمنٹ میں اکیلا ہی رہ گیا تھا۔

نماز عشاء بھی مَیں نے بڑے اطمینان اور توجہ سے پڑھی۔ اور جب اس فریضہ سے فارغ ہوگیا تو خیال آیا کہ مَیں بھی کمر سیدھی کر لُوں۔ اس لئے مَیں بھی لیٹ گیا۔ چونکہ کمرہ گرم تھا۔ اور BERTH آرام دہ تھی۔ مجھے خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ آنکھ لگ جائے اور تھکن کی وجہ سے گہری نیند آجائے۔ اور مَیں سوتا ہُوا قرطبہ سے آگے کسی اور طرف چلا جاؤں۔ اس لئے مَیں پھر بیٹھ گیا۔ چونکہ چاند کی روشنی صاف تھی۔ اس لئے دو دو سو گز بلکہ اس سے بھی زیادہ دُور تک کا منظر صاف نظر آتا تھا۔ ملاگا سے قریبًا بیس میل کے بعد علاقہ گنجان پہاڑیوں کا آگیا تھا۔ اور کئی بار گاڑی سرنگوں میں سے گذری جو چھوٹی بڑی ملا کر بیس کے قریب ہوں گی۔ ان میں سے ایک قریبًا ایک میل لمبی اور دوسری اس سے بھی بہت زیادہ تھی۔ سرنگوں کے ختم ہوجانے کے بعد پہلا اسٹیشن جہاں گاڑی رُکی اس کا نام ابوعبداللہ تھا۔ چونکہ یہ اسلامی نام تھا اس لئے یاد رہا۔ باقی نام ہسپانوی تھے جو ذہن سے فراموش ہو گئے۔ لیکن یہ تمام علاقہ تمام تر مشرقی افریقہ کے پہاڑی علاقہ کی طرح تھا۔

قریبًا بارہ بجے گاڑی قرطبہ کے اسٹیشن پر پہنچی۔ اور مَیں اپنا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ لے کر پلیٹ فارم پر اُترا۔ یہاں بہت سے مسافر اُترے تھے۔ مَیں نے چار پانچ سے پوچھا کہ کیا وہ انگریزی زبان سمجھتے ہیں۔ لیکن سب نے نفی میں جواب دیا۔ اسٹیشن کے عملہ والوں میں سے بھی کوئی انگریزی نہ سمجھتا تھا۔ مَیں نے بار بار ہیدرو آباد کا نام لیا۔ جواب میں جو انہوں نے کہا اس سے مَیں یہ سمجھا کہ گاڑی اڑھائی بجے جائے گی۔ مَیں نے خیال کیا کہ چلو اڑھائی گھنٹہ اور انتظار کر لیتے ہیں۔ اس لئے مَیں پلیٹ فارم پر ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ لیکن وہاں بڑی سرد ہَوا چل رہی تھی اور اگرچہ مَیں نے بھاری اوورکوٹ

پہن رکھا تھا۔ اس کے باوجود بھی مَیں نے سردی محسوس کی۔ اور مَیں جسم کو گرم رکھنے کے لئے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ اس حالت میں ایک دروازے کے اُوپر مَیں نے ایک نشان دیکھا جس پر ایک آدمی ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہؤا دکھایا گیا تھا۔ مَیں نے خیال کیا کہ یہ WAITING ROOM ہے۔ چنانچہ اپنا سامان اُٹھا کر وہاں چلا گیا۔

دروازہ کھول کر اندر گیا تو ایک وسیع کمرہ دیکھا جس کا فرش سنگ مرمر نما پتھر کا بنا ہؤا تھا۔ لیکن آرام کرسی کا نام و نشان بھی نہ دیکھا۔ البتہ کمرہ گرم تھا۔ اور تین دیواروں کے ساتھ لکڑی کے بنچ جُڑے ہوئے تھے۔ جس پر دس بارہ آدمی اور عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک حصّہ پر ایک آدمی سویا ہؤا بھی تھا۔ ایک آدمی فرش پر اپنے SLEEPING BAG میں آرام سے لیٹا ہؤا خرّاٹے لے رہا تھا۔ مَیں بھی ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ لیکن اس حالت میں سو نہ سکا۔ اور جب چار بج گئے تو پھر مَیں اُس کمرے سے باہر آیا۔ کیونکہ وہاں بیٹھے بیٹھے میری طبیعت اُکتا گئی تھی۔ اور مجھے سخت بھُوک بھی لگ گئی تھی۔ کیونکہ لندن میں گھر سے تین بجے چائے وغیرہ پی کر نکلا تھا۔ ہوائی جہاز میں صرف دو بسکٹ۔ مکھن پنیر اور اچھی بھاری سینڈوچ کافی کے ساتھ دی گئی تھی۔ اُس سینڈوچ کے بارے میں جب مَیں نے برابر والے مسافر سے دریافت کیا کہ سینڈوچ میں گوشت کونسا ہے۔ تو اس نے کہا HAM یعنی سُؤر تو مَیں نے اُسی طرح چھوڑ دیا۔ اور کافی پر ہی اکتفا کیا۔ مجھے کچھ کھائے ہوئے بارہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس لئے بھُوک لگ رہی تھی۔

مَیں نے دیکھا کہ ایک بنچ دروازے کی اوٹ میں بچھا ہؤا ہے۔ وہاں ایک ہی آدمی بیٹھا ہؤا ہے۔ مَیں جلدی سے اُس پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہاں سرد ہَوا کے جھونکے نہیں آتے تھے۔ اگرچہ سردی یہاں بھی تھی۔ اتنے میں ایک نوجوان میرے برابر آ کر بیٹھ گیا۔ مَیں نے اُس سے دریافت کیا کہ کیا وہ انگریزی سمجھ سکتا ہے؟ تو کہنے لگا! LITTLE ! LITTLE یعنی تھوڑی تھوڑی۔ معلوم ہؤا کہ اگر آہستہ آہستہ انگریزی زبان میں بات کی جائے تو کچھ کچھ سمجھ تو لیتا ہے۔ لیکن جواب YES اور NO میں ہی دیتا ہے۔ مجھے چونکہ بھُوک لگی ہوئی تھی مَیں نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی ریسٹوران ہے۔ تو کہنے لگا نہیں۔ پھر کہا کہ پلیٹ فارم کا REFRESHMENT ROOM پورے ساڑھے پانچ بجے کھُلے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔

عین ساڑھے پانچ بجے ہم ریفریشمنٹ روم میں داخل ہوئے۔ وہاں چائے۔ کافی اور پیسٹری وغیرہ کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اور ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کافی پی۔ اتنے میں گاڑی کی روانگی کا وقت آ گیا۔ اور وہ نوجوان میرا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ آیا اور مجھے گاڑی میں بٹھا کر جب رخصت ہونے لگا تو میرا دل شکریہ کے ساتھ پُر تھا۔ اور مجھے اُس وقت آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد آئی جس میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ ۔ جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا وہ خدا تعالےٰ کے احسانات کا بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اُس وقت میرا دل شکریہ سے لبالب تھا۔ چنانچہ جب وہ گاڑی سے اُترنے لگا۔ تو مَیں نے اُس کے ماتھے کو چُوما اور بڑے جوش سے ہاتھ ملایا۔ اور وہ نیچے اُتر کر پلیٹ فارم پر کھڑا رہا جب تک کہ گاڑی روانہ نہیں ہوگئی۔ گاڑی میں بھی مَیں اُس کے حق میں کافی دیر تک دُعا کرتا رہا۔ پیدرو آباد اسٹیشن قرطبہ سے قریبًا ۲۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ گاڑی قرطبہ سے روانہ ہوئی تو پہلا اسٹیشن قریبًا چار

میل پر آیا لیکن وہاں گاڑی کھڑی تو ہوئی۔ لیکن صرف ایک منٹ۔ مَیں نے دل میں کہا کہ پیدرو آباد بھی بہت چھوٹا سا اسٹیشن ہے۔ اگر وہاں بھی گاڑی اتنی ہی دیر ٹھہری تو میرے لئے تو گاڑی سے اُترنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے گاڑی ابھی پانچ چھ میل دُور تھی کہ مَیں نے اپنا بیگ اور سوٹ کیس دروازہ کے پاس لا کر رکھ دیا تاکہ جونہی گاڑی کھڑی ہو مَیں اپنا سامان پلیٹ فارم پر پھینک کر خود نیچے جلدی سے اُتر آؤں گا۔ گاڑی کا دروازہ پلیٹ فارم سے قریبًا چار فٹ نیچے تھا۔ اور درمیان میں صرف دو سیڑھیاں ہی تھیں۔ چنانچہ جب گاڑی کوئی چوتھائی میل دُور رہ گئی تو مَیں دروازے کے پاس آن کھڑا ہُوا۔ اور گاڑی کھڑی ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں سامنے والے کمپارٹمنٹ سے ٹکٹ چیکر نمودار ہوگیا۔ اور مجھے اشارہ سے کہا کہ تم فکر نہ کرو۔ اور جب گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہوگئی تو اُس نے بجلی کا بٹن دبایا اور دروازہ کھُل گیا۔ اور مجھے اشارہ کیا کہ مَیں اُتر جاؤں۔ اور میرا ہینڈ بیگ پکڑا دیا اور خود میرا سوٹ کیس لے کر نیچے اُتر آیا۔ اور پلیٹ فارم پر رکھ کر مجھ سے ہاتھ ملا کر گاڑی پر چڑھ گیا۔ اور گاڑی چل پڑی۔

مَیں نے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ نہ کوئی آدم نہ آدم زاد۔ نہ چرند نہ پرند۔ ہر طرف ہُو کا عالم چاروں طرف کی فضا سنسان۔ اسٹیشن کے دو کمرے تھے۔ اور دونوں میں مضبوط تالے لگے ہوئے تھے۔ کمروں کے پیچھے جاکر دیکھا تو کوئی رہائشی مکان نظر نہ آیا۔ مَیں نے اپنا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ سڑک کے کنارے لاکر رکھدیا۔ اور انتظار کرنے لگا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے۔ ابھی سحر کا تڑکا ہی تھا۔ سورج کی روشنی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ سامنے ایک سڑک سے کوئی گاڑی آتی ہوئی نظر آئی۔ میری اُمید بڑھی کہ شاید اسٹیشن کی طرف آرہی ہے۔ لیکن وہ ریل کے پُل کے نیچے سے گذر کر بائیں طرف مُڑ گئی۔ یہ دوراہہ اسٹیشن سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ جب وہ گاڑی چلی گئی تو مَیں نے خیال کیا کہ اسٹیشن پر انتظار کرنے کی بجائے اس دوراہے پر جاکر انتظار کروں۔ شائد کوئی گاڑی والا پیدرو آباد تک پہنچا دے۔ اسٹیشن سے پیدرو آباد کے گرجا کا مینار نظر آتا تھا۔

جب اُس دوراہے پر کھڑے ہوئے چھ سات منٹ گذر گئے تو مَیں نے کہا کہ یہاں کھڑے انتظار کرنے کی بجائے کیوں نہ آہستہ آہستہ قصبہ کی طرف چلنا شروع کردوں۔ اس طرح کچھ راستہ تو کم ہو ہی جائے گا۔ لیکن میرے لئے یہ ناممکن تھا کہ لگاتار چلوں۔ اس لئے مَیں نے یہ التزام کیا کہ تیس ۳۰ قدم چلوں اور پھر آرام کروں۔ اس طرح تھکن بھی کم محسوس ہوگی اور دمہ کا حملہ بھی نہ ہوگا۔ غرض اس طرح مَیں قصبہ کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا۔ دو تین لاریاں اور پاس سے گذریں۔ لیکن کوئی نہ رُکی۔ بعد میں چند کاریں بھی گذریں لیکن کسی نے ٹھہرنے کا خیال نہ کیا۔ اَب سورج بھی نکل آیا تھا۔ اور سڑک پر سنگِ میل نظر آیا جس پر لکھا تھا پیدرو آباد دو ۲ کلومیٹر۔ اگرچہ سورج نکل آیا تھا لیکن ابھی تک کسی فرد بشر کی شکل نہ سڑک پر نظر آئی نہ ہی چاروں طرف کھیتوں میں کوئی کام کرتا ہُوا نظر آیا۔ حالانکہ سب طرف دُور دُور تک تاحدِ نظر کھیت ہی کھیت نظر آرہے تھے۔ البتہ دُور سے کسی زمیندار کے مکان سے ایک کالے رنگ کا کُتا بھونکتا ہُوا نکلا۔ اور بڑی تیزی سے میری

طرف بھونکتا ہؤا آیا۔ اور سڑک سے کوئی پچاس گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو گیا۔ اور بڑے جوش سے بھونکتا رہا۔ جتنا میں آگے چلتا اتنا ہی وہ بھی آگے چلتا۔ غرض وہ بھی میرے متوازی بڑھتا رہا۔

اَب تک تو مَیں پہاڑی سے اُتر رہا تھا۔ لیکن سامان اُٹھا کر چلنے کا جو طریق میں نے اختیار کیا تھا۔ اس کا یہ فائدہ ہؤا کہ میرا سانس بگڑا نہیں اور نہ ہی دَمہ کا حملہ شروع ہؤا۔ لیکن عجیب بات اس راستہ پر یہ دیکھی کہ کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں مَیں بیٹھ کر ذرا سستا لیتا۔ گھاس پر مَیں بیٹھنا نہ چاہتا تھا۔ کیونکہ ایک دفعہ بیٹھ کر دوبارہ اُٹھنا محال ہو جاتا۔ لہذا میں آہستہ آہستہ آگے ہی بڑھتا رہا۔ البتہ جب نالے کے پُل پر پہنچا تو پھر وہاں کچھ دیر یعنی یہی آٹھ دس منٹ ضرور آرام کیا۔ آرام اس لئے بھی ضروری تھا کہ نالے کے پُل کے بعد چڑھائی شروع ہوتی تھی۔ اور یہ زیادہ مشقت کا کام تھا۔ اور اَب مَیں نے اپنے طریق میں یہ تبدیلی کر لی کہ ڈھلان پر تو مَیں ۳۰ قدم چل کر سانس لیتا تھا۔ اَب مَیں نے بیسؔ قدم کے بعد سانس لینا شروع کیا۔ اَب بھی گاڑیاں میرے پاس سے گذرتی تھیں لیکن مَیں نے کسی کو ٹھہرنے کا اشارہ تک نہ کیا۔ اور آہستہ آہستہ قصبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس گرجا کے پاس پہنچ گیا جو پیدرو آباد اسٹیشن سے نظر آ رہا تھا۔ جونہی میں سڑک سے گرجا کی طرف مُڑا تو سامنے سے مسجد پیدرو آباد نظر آ گئی۔ اور اُن میناروں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ اور اُس خدائے قادر وقیوم کا شکر ادا کیا۔ جس نے اپنی غریب جماعت کو یہ توفیق بخشی کہ ساڑھے سات سو سال کے بعد اُس مُلک میں جہاں پہلے ہزاروں مسجدیں آباد تھیں۔ پھر ایک مسجد بنائے جہاں سے پھر خدا کی توحید کی آواز بلند ہو......

سپین کا موسم بہت اچھا ہے۔ اور وہاں ضرورت ہے کہ احمدی زیادہ تعداد میں بسیں۔ اور اپنے کردار سے اہالیانِ مُلک کو گرویدۂ اسلام کریں۔ خدا تعالیٰ نے تو مقدر کر دیا ہے کہ یہ مُلک دوبارہ اسلامی جھنڈے تلے آ جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے مقابل کسی کا بس نہ چل سکے گا۔ انشاء اللہ العزیز —— فقط والسلام۔ خاکسار

محمد اکرم خان غوری عفی عنہ

بقیہ فہرست معطی حضرات از صفحہ ۱۷

۱۷۔ مجلس انصار اللہ دار الصدر شرقی ربوہ بوساطت صوفی نذیر احمد صاحب زعیم حلقہ	-/۳۰۰ روپے
۱۸۔ مکرم دیوان محمد صاحب ولد محکم دین صاحب بھٹی اُورا ضلع سیالکوٹ	-/۳۰۰ "
۱۹۔ محترمہ سردار بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ میاں احمد الدین صاحب مرحوم زرگر رحیم یار خان	-/۳۰۰ "
۲۰۔ مکرم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب ڈنڈ پور کھرولیاں ضلع سیالکوٹ	-/۳۰۰ "
۲۱۔ " چوہدری محمد رفیق صاحب " " " "	-/۳۰۰ "
۲۲۔ حسین بی بی صاحبہ مرحومہ منجانب پسر چوہدری محمد اسلم صاحب باجوہ چک ۳۳ جنوبی سرگودہا۔	-/۳۰۰ "
۲۳۔ چوہدری محمد عالم صاحب مرحوم منجانب پسر چوہدری خورشید احمد صاحب باجوہ " " "	-/۳۰۰ "

پیٹ کے آداب

—— ایڈیٹر ——

جسدِ انسانی کا ایک اہم عضو پیٹ ہے۔ جہاں ہماری غذا ذخیرہ ہوتی ہے۔ غذا کا کچھ حصّہ بدل ما یتحلل بنتا ہے جس سے ہمارے جسم کی نشوو نما ہوتی ہے۔ اور زائد جسم باہر پھینک دیتا ہے۔ جسم کی صحت کا بہت بڑا انحصار غذا کی صحت پر ہے۔ اس لئے ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ صحیح اور متناسب اغذیہ استعمال کرے۔ اگر جسم میں خون کی کمی ہے تو مولّدِ دم اغذیہ استعمال کرے۔ اگر کیلشیم یا فاسفورس کی کمی ہے تو دودھ اور ہڈیوں کی یخنی استعمال کرے۔ اگر جسم نحیف و دبلا ہے تو دُھنیت والی اغذیہ استعمال کرے۔ وہ ایسی اغذیہ سے پرہیز کرے جو اس کے اور جسم اور طبیعت کے موافق نہیں مثلاً ذیابیطس کا مریض ہے تو کھانڈ چاول اور آلو وغیرہ کا استعمال نہ کرے۔

مذہبی، اخلاقی اور روحانی طور پر یہ بھی ضروری ہے کہ پیٹ میں حلال غذا ہی جائے۔ حرام سے بکلّی پرہیز کیا جائے۔ ورنہ رُوح کا نخل مرجھا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں چار مقامات پر اس کی تائید فرمائی۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۱۶۸ اور سورۃ مائدہ کی آیت ۸۵ میں فرمایا کلوا ممّا فی الارض حلالاً طیّبًا کہ زمینی رزق سے حلال اور طیّب ہی کھاؤ۔ پاک اور جائز رزق استعمال کیجئے۔ ناپاک اور ناجائز ذرائع سے کمایا ہُوا رزق پیٹ میں نہ جانے پائے۔

سورۃ انفال آیت ۶۹ میں بھی یہی مضمون ہے۔ سورۃ نحل آیت ۱۱۴ میں فرمایا:۔

کلوا ممّا رزقکم اللّٰہ حلالاً طیّبًا وا شکروا نعمۃ اللّٰہ۔

اللہ نے تمہیں جو حلال اور پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں رزق حلال عطا کیا۔ جسے خدا کی یہ نعمت نصیب ہو وہ خوش نصیب ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم فداہ ابی و امی نے فرمایا

اِنّ اللّٰہ یرضٰی عن العبد ان یأکل الاکلۃ و یشرب الشربۃ فیحمد اللّٰہ علیھا

(ترمذی باب ما جاء فی الحمد علی الطعام اذا فرغ عنہ)

کہ اللہ اپنے بندے سے راضی ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھاتا ہے اور پیتا ہے۔ پھر اس پر اپنے مولا کا شکر ادا کرتا ہے۔

پیٹ کے آداب میں سے کہ انسان اس کو غذا سے ٹھونسے نہ۔ بھوک رکھ کر کھانا کھائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :۔

مَا مَلَأَ آدمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بطنٍ بحسبِ ابن آدم اکلاتٍ یقُمنَ صلبه فان کان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وَ ثلث لنفسه.

(ترمذی ابواب الزهد باب ماجاء فی کراهیة کثرة الأکل)

کہ آدمی نے پیٹ سے بڑا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جس سے اُس کی کمر سیدھی رہے۔ اگر اس سے زیادہ ضروری ہو تو پیٹ کا تیسرا حصّہ کھانے کے لئے تیسرا حصّہ پانی کے لئے اور تیسرا حصّہ سانس کے لئے مناسب ہے۔

ایک دوسری حدیث میں مومن کی صفت کم کھانا بیان فرمائی اور کافر کی ساری سعی و کوشش پیٹ بھرنا قرار دیا۔ حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :۔

الکافر یاکل فی سبعة امعاء وَالمومن یاکل فی معیً واحدٍ

(ترمذی ابواب الاطعمة باب ماجاء انّ المومن یاکل فی معیً واحدٍ)

کہ کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے۔ جب کہ مومن ایک انتڑی میں۔

صوفیاء نے کم کھانا، کم سونا۔ اور کم بولنے کو خدا کے قرب کے لئے ضروری قرار دیا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ عبادت اور اذکار و افکار کے لئے یہ تینوں امور ضروری اور لابدّ ہیں۔

چالیس سال کے بعد جسم اگر بوجھل ہو جاتا ہے۔ پیٹ بڑھ جاتا ہے توند نکل آتی ہے تو یہ صحت کے لئے مفید نہیں مضر ہے۔ جسم کی فربہی خون کی گردش میں روک پیدا کرتی ہے۔ فشار الدم یعنی خون کا دباؤ بڑھتا ہے۔ ذیابطیس وغیرہ کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "میرے اولیاء میں سے قابلِ رشک وہ مؤمن ہے جو پتلی کمر والا ہے یعنی اس کا پیٹ نہیں بڑھا۔ اس کے نصیب میں نماز ہے۔ اپنے ربّ کی عبادت احسن طور پر بجا لاتا ہے۔ وہ خلوت میں بھی اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اور زیادہ لوگ اسے نہیں جانتے" (ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ)

اسی حدیث میں کئی لطیف نکات حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمائے ہیں۔ کہ موٹاپے کا ایک نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ انسان سے طولِ قیام کی طاقت سلب ہوتی ہے۔ وہ عبادت میں توغل نہیں پائے گا۔ اور دوسرا لطیف نکتہ یہ ہے کہ وہ آدمی جسے کم لوگ جانتے ہوں۔ وہ اچھا ہے۔ انگریزی میں محاورہ ہے "وہ شخص جسے کم لوگ جانتے ہوں۔ زندگی زیادہ آرام سے بسر کرتا ہے"۔ زیادہ مجلسوں کا دلدادہ ہو۔ سندھی کے محاورہ میں کچہری کرنے کا عادی ہو تو ظاہر ہے عبادت کے مواقع اُسکے لئے کم ہوں گے۔

پیٹ کے عضلات کی ورزش سے اس کی فربہی کم ہوتی ہے۔ اس کے لئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "ورزش کے زینے" کا مطالعہ کریں۔ اور ورزش کی عادت ڈالیں۔ تا پیٹ کی چربی کم ہو سکے۔

آج معاشرہ کی ایک خرابی قناعت کا فقدان ہے کہ انسان کا پیٹ بھرتا ہی نہیں۔ اس کے مادّی مطالبات کی فہرست طویل تر ہوتی جاتی ہے۔ وہ اپنی ضروریات کو محدود رکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ پھر وہ حصولِ مال کے لئے جائز ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ اس کی جوع الارض بڑھتی جاتی ہے۔ ان سب بیماریوں کا علاج قناعت ہے۔ نہ کہ پیٹ کو ٹھونسنا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"قد افلح من اسلم ورزق کفافاً وقنعہ اللہ۔"

(ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی الکفاف والبصر علیہ)

کہ کامیاب ہو گیا وہ شخص جسے اسلام نصیب ہوا۔ اور اُسے اتنا رزق عطا ہو گیا جو کفایت کرے۔ اور اللہ نے اُسے قناعت بھی بخشی۔

کسی قناعت کرنے والے نے یہ کہا ہے۔

شبے تنور بگذشت و شبے سمور بگذشت

رات تنور پر سو کر بھی گذر جاتی ہے۔ اور جو سمور میں لپٹ کر سوتا ہے اس کی بھی رات گذر جاتی ہے۔

اور قناعت کے بغیر تو پھر یہی کیفیت ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے سے بہتر معیشت و معاش کے حامل پر دانت پیستا ہے۔

ان دنوں عثمان بن فودی کی کُتب پڑھنے کا موقعہ ملا جو نائیجیریا میں بارھویں صدی کے مجدد ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں پیٹ کے آداب میں سے ہے کہ اس میں حرام غذا نہ جائے۔

کیا خُوب فرمایا حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ؎

حلال کھا کہ ہے رزقِ حلال میں برکت ٭ دے زکوٰۃ کہ بڑھے تیرے مال میں برکت

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

ماعندکم ینفد و ماعند اللہ باقٍ (النحل آیت ۹۶)

اس دُنیا میں اگر کشائش نصیب ہو جائے تو آخرت کی طرف اور زیادہ توجہ ہونی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ آخرت کی بعض نعمتوں سے محروم ہو جائیں۔

سیّدنا عمر فاروق نے اپنے بیٹے ابن عمر کے ہاتھ میں ایک روز گوشت دیکھا تو فرمایا ابن عمر! ایسا نہ ہو کہ خدا یہ کہے تمہیں اذھبتم طیباتکم فی الحیوٰۃ الدنیا۔ تم نے تمام لذّتیں دُنیا میں ہی حاصل کر لیں۔

رپورٹ مجلس انصار اللہ سوئٹزرلینڈ

یکم ستمبر ۱۹۸۱ء تا آخر اگست ۱۹۸۲ء

(مرسلہ:- مکرم مشتاق احمد صاحب باجوہ)

محترم جناب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ چوہدری حمید اللہ صاحب کی ہدایت کی بناء پر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیورک میں تشریف آوری پر حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے انصار اللہ سوئٹزرلینڈ کی مساعی کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ جماعت کے چالیس سال سے اوپر کے احباب کو انصار اللہ کے ذریعہ مستعد بنانے کی کوششیں جاری رہیں۔ محترم فضل الرحمٰن خان صاحب اور محترم شمس الدین صاحب کا اضافہ ہوا۔ بعض سویس احمدی اور غیر پاکستانی احمدی احباب پر ہماری مجلس مشتمل ہے۔

۲۔ اراکین انصار اللہ ہر جماعتی کام خوشی سے سرانجام دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ انصار اللہ کے لیبل کے ساتھ کام کرتے ہیں اور اکثر بغیر اس لیبل کے۔ انصار اللہ کو اس لئے اُن کی مصروفیات کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اُن کی فرصت کے مطابق ہی اُن سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ مرکزی لائحہ عمل میں درج شعبۂ تعلیم کی تعمیل میں ایک ماہ احباب کو وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں تیاری کی تحریک کی گئی۔ شامل احباب نے اس مسئلہ کی وضاحت میں بڑی دلچسپی لی۔ آخر میں خاکسار نے اس بارہ میں اپنا تیار کردہ مفصل مضمون پیش کیا۔

۴۔ قرآن کریم کی بعض سورتوں کو حفظ کرنے میں نو آموزوں کی آسانی کے لئے TRANSLITERATION تیار کر دی گئی اور اس کی فوٹو کاپیاں احباب کو دی گئیں۔ اس سال اس نصاب پر دوبارہ غور ہوا اور نومسلموں کے لئے وہی نصاب رہنے دیا گیا۔ لیکن باقیوں کو دس چھوٹی سورتیں اور سورہ جمعہ یاد کرنے کا مجلس عاملہ نے نصاب تجویز کیا۔ مرکزی ہدایت کے مطابق سیدنا حضرت اقدس کی تصنیفات میں سے محترم امیر صاحب نے "اسلامی اصول کی فلاسفی" تجویز فرمائی۔ طے ہوا کہ ۲۴ر جولائی تک یہ نصاب مکمل تیار کر لیں پھر امتحان ہو۔

۵۔ تبلیغ کے لئے تحریک کی گئی کہ ہر رکن کم از کم ایک شخص کو خاص طور پر زیرِ تبلیغ رکھے۔ اور فولڈرز کی تقسیم میں کوشاں رہے۔

۶۔ انصار اللہ نے فولڈرز کی تقسیم کو خاص طور پر اپنے فرائض میں شامل کیا۔ اور بعض احباب نے اس کام کو دلچسپی سے

سرانجام دیا۔ سارے ملک میں تقسیم کرنے کی یہ سکیم بنائی گئی ہے کہ جن احباب کے پاس کاریں ہیں وہ کاروں میں مقررہ پروگرام کے مطابق حلقہ کی زبان کا خیال رکھتے ہوئے لٹریچر لے جائیں۔ اس طرح سارے سوئٹزرلینڈ میں لٹریچر پہنچایا جائے۔ کاریں رکھنے والوں نے بصد شوق اس پلان میں شرکت کو قبول کیا۔ انشاء اللہ جلد اس پر عمل ہو گا۔

۷۔ انصاراللہ نے PFANNESTIAL میں چھ ستمبر ۱۹۸۱ء کو پکنک کا پروگرام منایا جس میں پہلی بار جماعتی احباب کے علاوہ خواتین اور بچوں کو بھی شمولیت کے لئے مدعو کیا۔ شیخ ناصر احمد صاحب، میاں عبدالشکور صاحب اور میر ذکریا صادق صاحب نے پکنک میں کوئلوں پر پکانے کے لئے محنت سے سامان تیار کیا۔ اور پکنک اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہی۔ ہمیں اس موقع پر وہاں فولڈرز کے تقسیم کرنے کا بھی موقعہ ملا۔

۸۔ نومبر میں ہمارے بہت ہی پیارے واقف زندگی مبلغ سکاٹ لینڈ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ صاحب تشریف لائے اُن کے اعزاز میں مسجد محمود میں تقریب عشائیہ منعقد کی گئی جس میں انہوں نے اپنے قبولِ احمدیت کے ایمان افروز حالات بیان فرمائے۔ خاکسار کی رپورٹ کے بعد جو شائع ہو چکی ہے۔ خود ان کی اپنی قلم سے لکھے ہوئے حالات مُسلم ہیرالڈ میں چھپ چکے ہیں بہت دلچسپ اور مؤثر ہیں۔

۹۔ انصاراللہ کے اشاعت لٹریچر کے نام کو وسعت دینے کے لئے تجویز کیا کہ ایسا حلقہ جس میں ابھی تک احمدیت کا پیغام ٹھیک طور پر نہیں پہنچا، پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ محترم بھائی شاہ نواز صاحب نے اس غرض کے لئے ایک ہزار فرانک بھجوا دیا اور ایک سو مزید ہم اس میں شامل کر سکے۔ محترم امیر صاحب نے بعض حلقوں میں کام کی اجازت مرحمت فرمائی اور لاگت پر لٹریچر مہیا کرنے کا فرمایا۔ خاکسار نے تین حلقوں میں کام کی پلاننگ بنائی۔ (۱) زیورک برن جنیرا اور بازل میں مقیم غیر ملکی ڈپلومیٹس جن کی زبانوں میں ہمارے لئے لٹریچر پیش کرنا ممکن ہے۔ (۲) پاکستانی مقیم سوئٹزرلینڈ۔ (۳) آسٹریا۔

محترم نسیم مہدی صاحب سے درخواست کی کہ وہ ساتھ چلیں تا مشن کے ساتھ تعلق پیدا ہو اور پھر یہ لوگ ہماری تقاریب میں بھی آسکا کریں۔ انہوں نے اس کو منظور فرمایا اور سوائے چند مواقع کے وہ ہمیشہ ہمراہ رہے۔ زیورک برن، جنیرا، بازل چاروں مقامات کے ڈپلومیٹس کی منتخب فہرستیں تیار کرلی گئیں۔ آسٹریا کی فہرست اُس کے قونصل جنرل کی راہنمائی سے تیار کی گئی۔ پاکستانیوں کے لئے سوئیس پاکستان سوسائٹی کی فہرست کو استعمال کیا گیا۔ ڈپلومیٹس کو لٹریچر پیش کرنے کے وفد میں بعض اوقات مندرجہ دوست بھی شامل ہوتے رہے۔ مسٹر رفیق جانن۔ مسٹر احمد ووسترش۔ شیخ ناصر احمد صاحب۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق صاحب۔ میر ذکریا صادق صاحب۔

زیورک کی قونصلیٹوں میں سے مندرجہ ذیل کو ذاتی ملاقات کے ساتھ لٹریچر پیش کیا۔ بعض کے ساتھ لمبی تفصیلی مفید گفتگو ہوئی۔ ان میں سے بعض اُمید ہے کہ انشاء اللہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے استقبالیہ میں شامل ہوں گے۔ (۱) مصر۔

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

"عشرہ اصلاح وارشاد" کے سلسلہ میں مجلس انصار اللہ ضلع کراچی کے زیرِ انتظام

دلچسپ تبلیغی مذاکرہ

(مکرم عبدالرشید صاحب ساٹری مہتمم اشاعت ضلع کراچی)

مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر گیسٹ ہاؤس میں مجلس انصار اللہ ضلع کراچی کے زیرِ اہتمام ایک دلچسپ تبلیغی مجلس مذاکرہ منعقد ہوا۔ یہ مذاکرہ کی تقریب عشرہ اصلاح وارشاد کے سلسلہ میں مجلس مرکزیہ کی زیرِ ہدایت منعقد کی گئی جو ۲۰ تا ۳۰ نومبر ۱۹۸۲ء منایا گیا تھا۔ اور مجلس عاملہ ضلع کراچی نے اس کی منظوری دی۔

دعوت نامے کی اشاعت:۔ اس مجلسِ مذاکرہ کیلئے مسجد بشارت سپین کے شائع شدہ کارڈ پر غیر از جماعت دوستوں کے لئے دعوت نامے ۲۰۰ کی تعداد میں شائع کرائے گئے۔ اور مجالس میں تقسیم کئے گئے۔ تاکہ مجالس بھی اپنے اپنے حلقہ کی مجالس میں مذاکرہ کی مجالس منعقد کر سکیں۔

غیر از جماعت معززین کی شرکت:۔ ضلع کراچی کے تحت ۲۵ غیر از جماعت معززین کو دعوت نامے جاری کئے گئے جس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۲۰ دوستوں نے شرکت فرمائی۔ الحمد للہ۔

چائے سے تواضع:۔ مجلس کے تحت مہمانوں کے لئے چائے کا انتظام تھا۔ تقریب کے آغاز سے قبل جملہ احباب نے مکرم ومحترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی اور عہدیداران ضلع کراچی کے ساتھ چائے نوش فرمائی۔

تقریب مجلس مذاکرہ:۔ مغرب کی نماز کے بعد گیسٹ ہاؤس کے ہال میں مکرم نعیم احمد خانصاحب ناظم مجلس انصار اللہ ضلع کراچی کی زیرِ صدارت مجلس مذاکرہ کی تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو خاکسار عبدالرشید ساٹری مہتمم اشاعت وقلمی دوستی ضلع کراچی نے کی۔ بعدہٗ مکرم مولانا سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کراچی نے "سپین تاریخ کے آئینہ میں" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے تقریر کے آغاز میں سپین کی تاریخ کا تفصیلی ذکر فرمایا۔ اور پھر سپین میں مسلمانوں کے عروج وزوال کے بارے میں روشنی ڈالی۔ وہاں کے تاریخی مقامات، مشہور مؤرخین اور تاریخی شہادتوں کا تذکرہ فرمایا۔

آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کی بے کسی اور مفلسی کو خدا تعالیٰ اپنے زور آور حملوں سے دُور کرے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے پھر سے جوش میں آوے اور انّ الدّین عند اللّٰہ الاسلام کا نظارہ ہم ساری دنیا میں دیکھ لیں۔ اے خدا تو مسجد بشارت سپین کے بابرکت افتتاح کو اسلام کی فتح وظفر کا نظارہ بنا دے اور یہ مسجد اسلام کی فتح کا قلعہ ثابت ہو آمین (نوٹ: آپ کی یہ معلوماتی تقریر مضمون کی صورت میں مکمل شائع کرائی

جائے گی۔ انشاء اللہ)

مسجد بشارت سپین کی افتتاحی تقریب کے ایمان افروز فلمی مناظر :۔ اس دلچسپ تقریر کے بعد سپین کے تاریخی مقامات، مسجد بشارت پیدرو آباد میں نماز جمعہ اور اس کی افتتاحی تقریب کے فلمی مناظر تمام دوستوں نے بہت شوق اور انہماک سے ملاحظہ کئے۔ جو ½ ۱ گھنٹے تک جاری رہی۔

وقفہ سوالات اور جوابات :۔ بعد ازاں محترم ناظم صاحب ضلع کراچی کے اعلان پر غیر از جماعت معززین نے متعدد سوالات کئے جن کے جوابات مربیان کرام و عہدیداران ضلع نے دیئے۔ زیادہ تر گفتگو سپین کی مسجد بشارت کے سلسلہ میں ہوئی۔ جملہ حاضرین نے اس پوری تقریب میں خوشی اور دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ اور جماعت احمدیہ کے بارے میں بہت اچھا تاثر لے کر رخصت ہوئے۔

حاضرین سے اظہارِ تشکر :۔ آخر میں صدر مجلس مذاکرہ مکرم نعیم احمد خان صاحب ناظم مجلس انصار اللہ ضلع کراچی نے تمام غیر از جماعت مہمانوں اور دیگر حاضرین کا تہ دل سے شکریہ ادا فرمایا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لئے جماعت احمدیہ جو جدوجہد کر رہی ہے آپ سب کو اس کا علم ہے اور سپین کی سرزمین پر عرصہ دراز کے بعد خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کے لئے جو مواقع پیدا ہوئے ہیں وہ جماعت احمدیہ کے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا باعث ہیں۔ اور اسلام کے مستقبل کے لئے نہایت خوش آئند ہیں۔ آخر میں اجتماعی دعا کے ساتھ یہ بابرکت تقریب اختتام کو پہنچی۔

(بقیہ از صفحہ ۳۷) (۲) ترکیہ۔ (۳) جاپان۔ (۴) یوگوسلاویہ۔ (۵) آسٹریا۔ (۶) برازیل۔ (۷) جرمنی۔ (۸) لائبیریا۔ (۹) ہمبرگ۔ (۱۰) سویڈن۔

پاکستانیوں کو اسلامی اصول کی فلاسفی کا انگریزی ترجمہ ایک خط کے ساتھ بھجوا دیا گیا۔

۱۰۔ مالی امور میں انصار اللہ سوئٹزرلینڈ خدا تعالیٰ کے فضل سے کافی زیادہ بیدار ہیں۔ الحمد للہ۔

اس مختصر رپورٹ کے پیش کرتے ہوئے اپنے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی طاہر ومطہر بنا دے۔ ہماری ساری تاریکیاں دور کر دے اور ہماری زبان اور ہماری قلم اور ہمارا نمونہ اتنا پاک بنا دے کہ جلد یورپ میں روحانی انقلاب بپا ہو جائے اور خصوصاً ہم جو خلافت ثانیہ اور خلافت ثالثہ کے بعد اب خلافت رابع میں ٹمٹماتے چراغ کی طرح ہیں کچھ کر جائیں اور وہاں شرمندہ نہ ہونا پڑے جہاں سب اگلے پچھلے موجود ہوں گے۔

بچّوں کا صفحہ

ماں باپ کی خدمت کرنے والے کی دُعا قبول ہوتی ہے

پیارے بچّو! آؤ آج تمہیں حدیث سے ایک اور کہانی سنائیں جو ہمارے پیارے آقا رحمۃٌ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلّم نے سنائی۔ وہ کہانی یہ ہے:۔

تین آدمی گھر سے سفر پر نکلے۔ راستہ میں بارش آگئی۔ انہوں نے بارش سے بچنے کے لئے پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ خدا کا کرنا یوں ہُوا کہ جب وہ غار میں چلے گئے تو اُوپر سے ایک بڑا پتھر لڑھکتا ہُوا آیا اور عین غار کے مُنہ پر آکر وہ رُک گیا۔

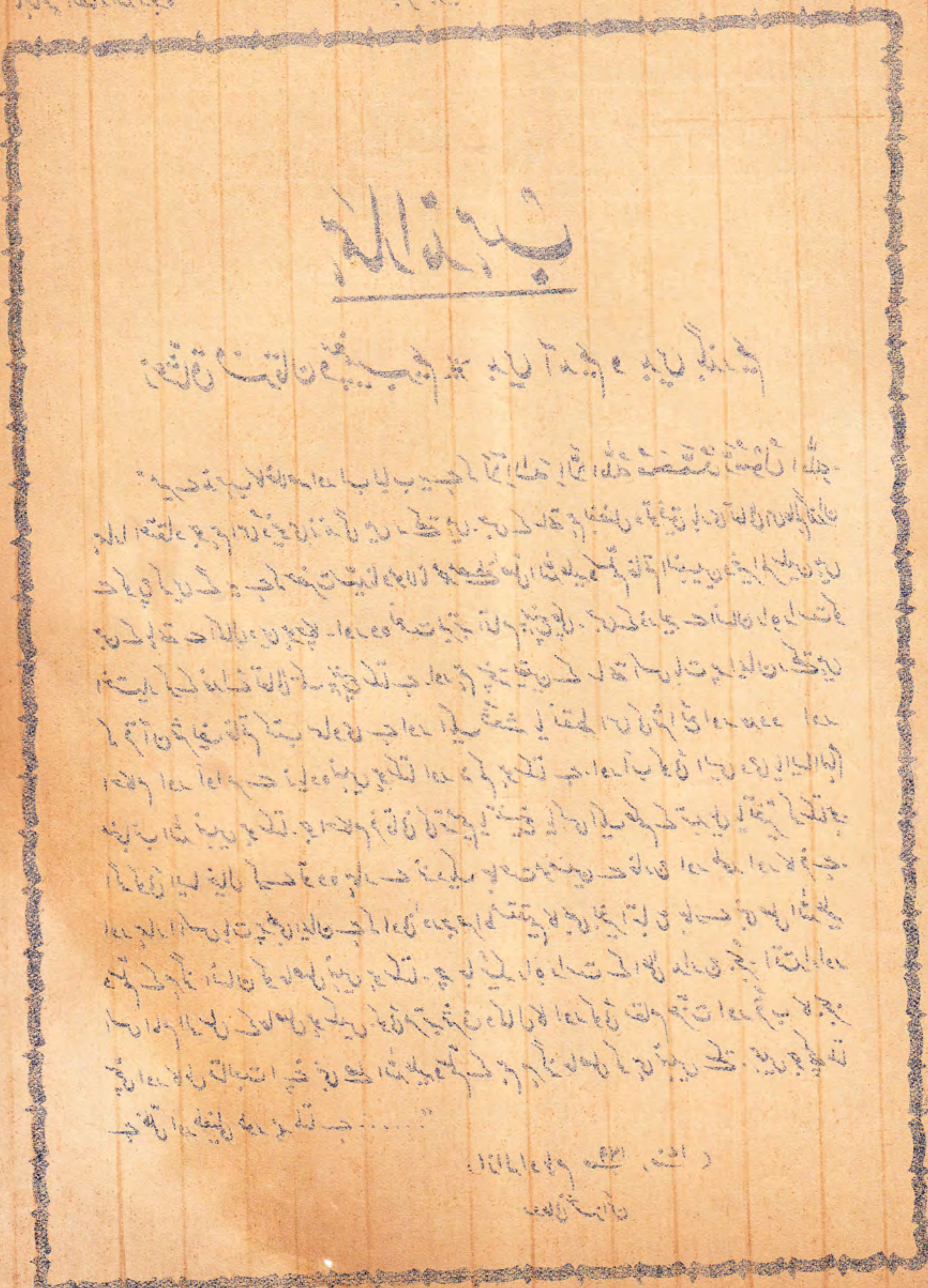
پیارے بچّو! غار کا منہ بند ہوگیا۔ اَب اِن لوگوں نے کہا کہ ہمارے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اتنا بڑا پتھر ہم اپنی طاقت سے ہٹا نہیں سکتے۔ اور غار کا مُنہ اس طرح بند ہوگیا ہے کہ ہم اس غار سے نکل بھی نہیں سکتے۔

انہوں نے کہا اَب ایک ہی صورت ہے آؤ اپنے خدا سے اپنے کسی نیک کام کا واسطہ دے کر دُعا کریں۔ شائد اللہ ہمیں بچالے۔ چنانچہ ہر ایک آدمی نے اپنے اپنے نیک عمل کا خدا کو واسطہ دیا۔ اور ہر شخص کی دُعا پر پتھر کا کچھ حصّہ سرک جاتا رہا۔ اور غار کا مُنہ ننگا ہوگیا۔ اَور وہ غار سے نکل گئے۔ ایک آدمی نے خدا سے یوں دُعا کی کہ اے میرے اللہ۔ تجھے علم ہے میرے ماں باپ دونوں بوڑھے تھے۔ مَیں سارا دن باہر جنگل میں بکریاں چراتا۔ شام کو گھر واپس آتا تو بکریوں کا دُودھ دوہ کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا۔ پھر اپنے بچّوں کو دیتا۔ ایک روز مَیں کافی دیر سے گھر واپس لَوٹا۔ مَیں آیا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ مَیں نے بکریوں کا دُودھ دوہا اور پیالہ بھر کر اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ مَیں اُن کے سرہانے پیالہ لے کر کھڑا ہوگیا۔ صبح تک مَیں اُن کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور میرے بچّوں کا حال یہ تھا کہ وہ بھوک سے بلک رہے تھے۔ جب میرے ماں باپ صبح جاگے انہوں نے دُودھ پیا تو اس کے بعد مَیں نے اپنے بچّوں کو دیا۔ اَے اللہ اگر مَیں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس چٹان سے نجات عطا فرما۔ چنانچہ اللہ نے انہیں نجات دے دی۔

پیارے بچّو! دیکھو اللہ کس طرح اپنے نیک بندوں کی دُعائیں سُنتا ہے۔ بڑی سے بڑی مشکل سے نجات دیتا ہے۔ اس لئے تم بھی نیک کام کرو۔ نیک بنو۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہاری مدد کرے گا۔ ہمارے آقا حضرت اقدس نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

کبھی نُصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو ؛ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

بچّو! اس شعر کو بھی زبانی یاد کر لو۔


بسم اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

پناہ

منہ

ہم اپنی

ہمارا مذہب

زعشاقِ فرقان و پیغمبریم * بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

"میرے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دُنیوی زندگی میں رکھتے ہیں۔ جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالمِ گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی۔ جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کرکے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شُعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اَوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اَب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا۔ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیّر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔ اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اور اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزّت اور قُرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔۔۔۔۔"

(ازالہ اوہام صـ۱۶۹، صـ۱۷۰)
روحانی خزائن